ماہنامہ
المرشد

اکتوبر
2007ء

الله
رسول
محمد

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

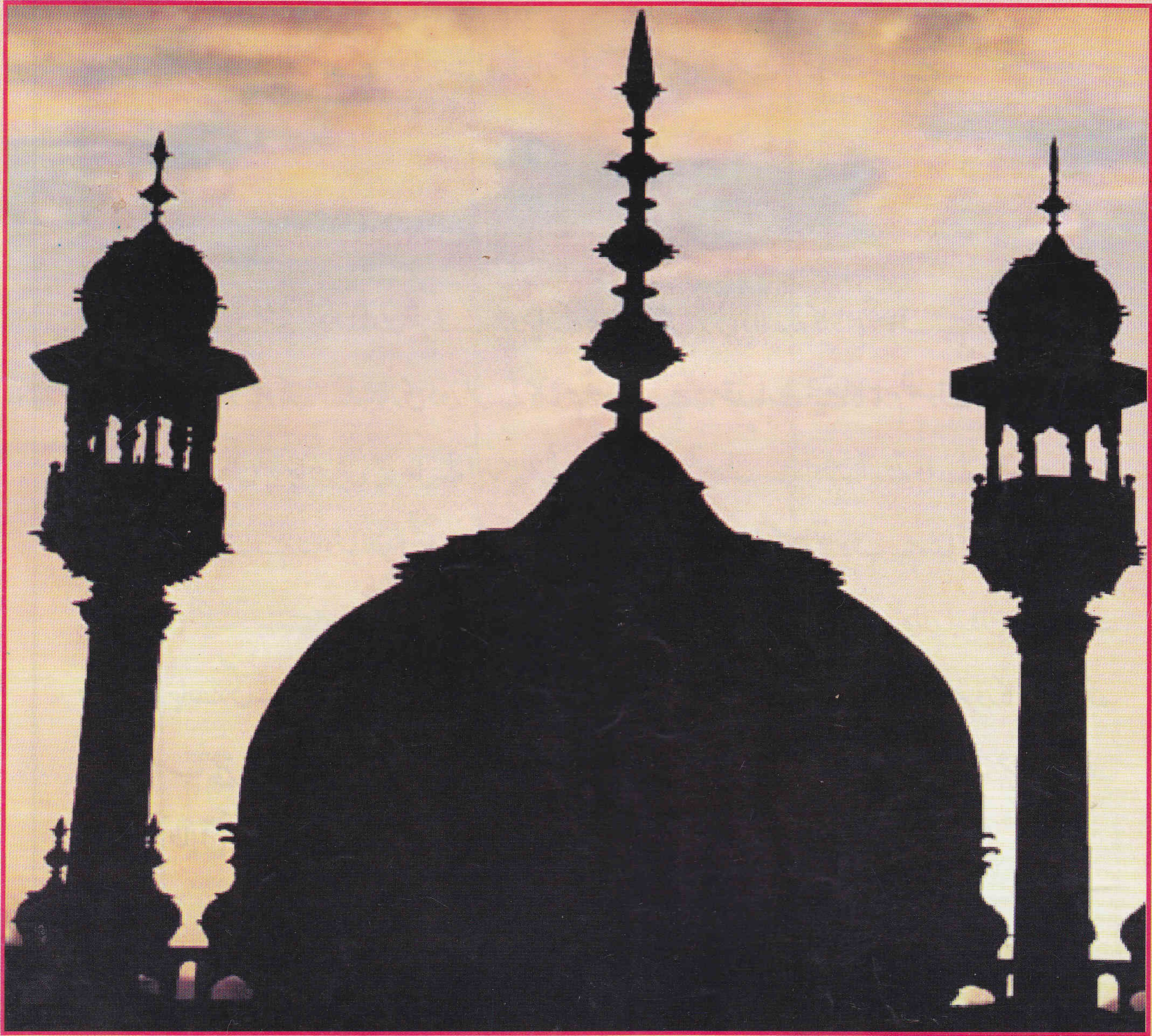

آج کے عہد میں کردار ہی نہیں سوچ بھی مسخ ہو چکی ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان کا تازہ ترین انٹرویو

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

اہل ایمان اور صالحین کی برکات

جو لوگ دنیا میں ایمان پر ثابت قدم رہے اور ان کے اہل خانہ اور اولاد نے بھی اُنکی پیروی کی تو اگرچہ اولاد کے اپنے اعمال کے حساب سے درجات کم بھی ہوں، صالح والدین کی برکت سے والدین کے درجے میں پہنچا دیئے جائیں گے ایسے ہی اُلٹ بھی حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ صالح اولاد والدین کی ترقی درجات کا باعث بن جائے گی اور یوں ان کے اعمال کی نسبت مدارج میں زیادتی تو کی جائے گی مگر کسی کے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہ کیا جائے گا اور ہر آدمی اپنی کمائی کا بدلہ پائے گا کہ کفار کو صالح والدین کا فائدہ نہ ہوگا اور ان کے پسندیدہ پھل اور گوشت انہیں ڈھیروں نصیب ہوگا اور آپس میں خوش طبعی کریں گے اور جام ہائے شراب پر ایک دوسرے سے جھپٹیں گے جبکہ وہاں کی شراب پاک وصاف اور لذیز ہوگی کہ اس کے باعث حواس مختل نہ ہوں گے کہ کوئی پی کر بکنے لگے یا گناہ اور نافرمانی کرنے لگے اور پھر آپس میں سنجیدہ گفتگو بھی کریں گے اور ایکدوسرے سے پوچھیں گے کہ یار دنیا میں تو قیامت اور آخرت سے بہت ڈر آتا تھا اور اہل وعیال میں رہتے ہوئے بھی یعنی ان سے مشغول ہوکر بھی آخرت کا ڈر نہیں بھولتا تھا مگر یہاں ہم پر اللہ نے احسان فرمایا اور دوزخ کی جھلسنے والی ہواؤں سے بچا لیا ہم دنیا میں اللہ ہی کو پکارا کرتے اور اسی کی عبادت کرتے تھے اسی سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ یعنی بحمد اللہ ہم شرک سے بچے ہوئے تھے سو اس نے ہماری سن لی کہ وہ بہت بڑا احسان کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

اداریہ

پاکستان میں پچھلے چند ماہ سے سیاسی منظر نامہ پر زبردست ہلچل مچی ہوئی ہے۔ الیکٹرونک میڈیا نے اس ہلچل کو عام آدمی تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ چوراہوں' گلیوں اور گھروں میں اس پر تبصرے ہو رہے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ تبدیلی آ رہی ہے ہر پارٹی کے لوگ اپنے لیڈر کے اقتدار میں آنے پر پرامید ہیں۔ سابق وزیر اعظم نواز شریف کے حمایتوں کا کہنا ہے کہ اگر اس بار نواز شریف برسر اقتدار آ گئے تو عوام کی حالت بدل دیں گے۔ اس طرح بینظیر کی پارٹی کے ورکرز کا ماننا ہے کہ اگر محترمہ بے نظیر تیسری بار وزیر اعظم بن گئیں تو اس ملک کی تقدیر بدل جائے گی۔

صدر پرویز مشرف اور مسلم لیگ (ق) کے سپورٹرز کا موقف ہے کہ پرویز مشرف کا ملک کی بقاء کیلئے مزید برسر اقتدار رہنا بہت ضروری ہے۔ اگر ان کو مزید موقع ملا تو وہ پاکستان کے غریب عوام کا مستقبل روشن کر دیں گے۔ غرض ہر پارٹی کے لوگ اپنے قائدین سے دوبارہ توقعات لگائے بیٹھے ہیں حالانکہ یہ تینوں لیڈرز آزمائے جا چکے ہیں۔

اس ساری صورتحال پر امیر محمد اکرم اعوان نے المرشد کو دیئے گئے انٹرویو میں فرمایا ہے کہ انہیں تو کوئی تبدیلی نظر نہیں آ رہی۔ وہی چہرے اور وہی لوگ ہیں جو پہلے بھی کئی بار اقتدار میں رہ چکے ہیں۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ جنرل پرویز مشرف بھی آٹھ سال اقتدار میں رہ کر عوام کی حالت سدھار نہ سکے۔ امیر محمد اکرم اعوان کا کہنا ہے کہ اصل تبدیلی تو تب آئے گی جب عام آدمی کی سوچ اور فکر میں تبدیلی آئے اور المیہ یہ ہے کہ ہماری سوچ و فکر مسخ ہو کر رہ گئی ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان نے بالکل درست فرمایا کہ ہم لوگ بار بار ان ہی آزمائے ہوئے لوگوں سے توقعات اور امیدیں رکھ لیتے ہیں حالانکہ ان لیڈروں کا سابقہ کردار ہمارے سامنے ہے۔ اگر ہم اپنی سوچ اور فکر میں تبدیلی لے آئیں تو وہ دن دور نہیں جب ہم ہی میں سے کوئی اللہ کا بندہ اُٹھ کھڑا ہو اور عوام کو وہ راستہ دکھادے جس کا وہ کئی عشروں سے انتظار کر رہے ہیں۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر | نشانِ منزل

کونسی ایسی بات ہوئی ہے | سوچ سمندر

متاعِ فقیر | آس جزیرہ | دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

''میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں، اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سکھایا کم، سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔''

نعت

ہے گھڑی رخصت کی در سے آپؐ کے
ہر کوئی آتا ہے جانے کے لئے
میں نہیں، ہر دل انہیں گلیوں میں ہے
روشنی کچھ اور پانے کے لئے
جسمِ خاکی ہو جہاں میں در بدر
تیری خوشبو کو بسانے کے لیے
عمر بھر کا میں مسافر دہر میں
تیرے در سے جا کے آنے کے لیے
روشنی بٹتی ہے اس درگاہ پر
ہے اطاعت شرط پانے کے لیے
پھر سے دیوانے تر باندھیں کمر
ہوں ترے قاصد زمانے کے لیے
ہو شہادت کی طلب میرے نصیب
کفر کے اصنام ڈھانے کے لیے
ہے بہت ہی مضطرب سیماب کی
روح، تیرے در پہ آنے کے لیے

اقوالِ شیخ

☆ ...... ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہم نے اسلام کو پیر صاحب کے اور مولوی صاحب کے سپرد کر دیا ہے۔

☆ ...... قرآن حکیم کو عملیات کی کتاب سمجھ لینا اس سے بڑی ناقدری قرآن کریم کی تصور ہی نہیں کی جاسکتی۔

☆ ...... اسلام کو قیامت تک رہنا ہے اور ایسے لوگ بھی قیامت تک رہیں گے جو اپنا معاملہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ رکھیں گے۔

☆ ...... کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں حفاظت نہیں کروں گا تو دین ختم ہو جائے گا جو خود کو الگ کرے گا وہ خود تباہ ہوگا۔

☆ ...... زبانی کہنے کا نام توبہ نہیں ہے توبہ ایک عمل کا نام ہے کہ غلطی ہوگئی اُس کا احساس زندہ ہو وہ غلطی چھوڑ دے اور آئندہ کوشش کرے کہ وہ نہ کرے۔

☆ ...... اب ہم قرآن حکیم کو اس نظر سے پڑھنا بھول گئے ہیں کہ یہ پوری زندگی کا ایک نصاب ہے۔

☆ ...... دین کی عظمت یہ ہے کہ دین حکم دیتا ہے مشورے نہیں لیتا۔ دین حکم دیتا ہے اور اس میں کوئی ابہام نہیں ہوتا۔

☆ ...... دنیا کے انقلاب کی تاریخ پڑھیے کوئی انقلابات کسی کثرت کی وجہ سے نہیں آیا خواہ وہ اسلامی تھا یا غیر اسلامی۔

☆ ...... وصال نبوی ﷺ کے بعد پچیس برس کے اندر اندر معلوم دنیا کے تین چوتھائی حصے پر اسلام کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔

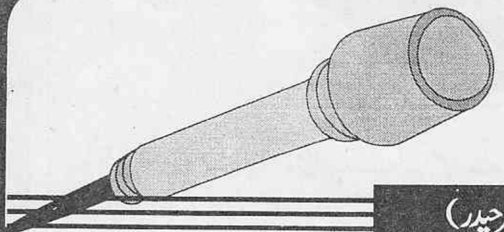

امیرالمکرّم ملک محمد اکرم اعوان

کا تازہ ترین انٹرویو

(انٹرویو پینل: محمد اسلم / ضمیر حیدر)

پاکستان میں سیاسی حالات جس تیزی سے بدل رہے ہیں ان پر حضرت امیر محمد اکرم اعوان کا نقطہ نظر لینے کیلئے چند دوستوں کی رفاقت میں 13 ستمبر 2007ء کو دارالعرفان منارہ پہنچا۔ حضرت جی دارالعرفان کے سامنے ڈیرے پر تشریف فرما تھے۔ اس طویل نشست میں اُن سے اہم ملکی اور بین الاقوامی معاملات پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ حضرت جی کے اس انٹرویو کا خلاصہ یہ تھا کہ چہرے بدلنے سے نہیں بلکہ ''فکر'' بدلنے سے ہمارے ہاں تبدیلی آئے گی۔

سوال:- کچھ سیاسی حلقوں کی رائے ہے کہ ''الاخوان'' سیاسی معاملات میں خاموش ہے اور موجودہ حالات میں کوئی خاص سیاسی کردار ادا نہیں کر رہی۔ خصوصاً لال مسجد کے حوالے سے بہت سی سوالیہ نگاہیں ہماری طرف اُٹھی ہوئی ہیں اس بارے آپ کیا فرمائیں گے؟

جواب:- گزارش ہے کہ اس نوعیت کی تنقید کرنے والے حضرات کے نزدیک سیاست، سیاسی معاملات اور سیاسی کردار کا مطلب کیا ہے؟ اگر سیاسی معاملات سے مراد یہ ہے کہ ہم بھی ڈنڈے لے کر سپریم کورٹ کے سامنے بھنگڑا ڈالیں، یا ہم بھی کسی کا سینما گرائیں، کسی کا ٹی۔وی توڑیں، کسی کی بس جلا دیں اور سڑکوں پر احتجاج کرتے پھریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم متحرک ہیں!!

جہاں تک لال مسجد کا معاملہ ہے تو اس پر میں نے کالم لکھا جو پریذیڈنٹ مشرف تک گیا......!!!

لال مسجد پر میرا کالم ان کالموں میں تھا جو Select کر کے President کو دکھائے گئے۔ اس کالم کا عنوان تھا ''باغی'' دہشت گرد اور روشن خیال''۔

میں نے Compartive Study کرتے ہوئے لکھا کہ باغی، دہشت گرد اور روشن خیال اس طرح کی Definations کہاں سے آئی ہیں اور اُن کا ہدف کیا ہے۔ اس Point of View سے کسی اور نے نہیں لکھا، تو یہ ضروری نہیں کہ واویلہ ہی کیا جائے تو سیاسی کردار ادا ہوتا ہے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم کچھ نہیں کر رہے ان کو کہیں کہ ایک ہفتہ آ کر منارہ رہیں۔ آنے سے پہلے بھی اپنا حال دیکھ لیں اور جب یہاں سے جائیں تو بھی اپنے حال پر غور کر لیں۔ انہیں پتہ چل جائے گا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے! سیاست ایک Subject ہے ''اوور آل'' نہیں ہے! اور پھر سیاست میں افراد ہی کو جانا ہے۔ اگر آپ اچھے افراد تیار کریں تو آپ سیاست کی بھی

خدمت کر رہے ہیں۔ وہاں بھی تو کسی کو جانا ہے اگر وہاں چوراچکوں کی بجائے کچھ سمجھ دار لوگ چلے جائیں تو کیا بہتر نہیں ہے!

سوال:- اس وقت تمام دینی جماعتوں کے قائدین یہی بات کر رہے ہیں کہ ہم معاشرے کی تربیت کر رہے ہیں۔ الاخوان اور دوسری دینی جماعتوں کے کام میں کیا فرق ہے؟

جواب:- بات یہ ہے کہ دینی جماعتیں ساری ہی الحمدللہ دین کا کام کر رہی ہیں۔ جو ''الف ب'' پڑھا رہا ہے وہ بھی دین ہی کا کام کر رہا ہے یہ ایک ایسا شعبہ ہے جس کے آگے اور بہت سے شعبے ہیں کوئی مدرس ہے' کوئی سکول میں پڑھا رہا ہے' کوئی تبلیغ کر رہا ہے' کوئی کتاب لکھ رہا ہے' کوئی رسالہ چھاپ رہا ہے' کوئی T.V پر بیان کر رہا ہے تو یہ مختلف شعبے ہیں دین کے اور سارے ہی کام کر رہے ہیں۔ ہم میں اور باقی شعبوں میں فرق یہ ہے کہ ہم صرف ظاہر کی بات نہیں کرتے ہم انسان کے اندر کی Chip کو بھی Touch کرتے ہیں' ہم دل کی بات کرتے ہیں' دل کے اندر کی بات کرتے ہیں' وہاں کی تبدیلی کی' وہاں کے موسموں کی بات کرتے ہیں اور یہ ہر کوئی کر نہیں سکتا! کتابیں آپ پڑھاتے ہیں تو پہلے آپ نے پڑھی ہیں تو پڑھاتے ہیں۔ آپ لیکچر دیتے ہیں تو پہلے آپ نے لیکچر سنے ہیں تو آگے Deliver کر رہے ہیں یعنی جو کچھ آپ نے حاصل کیا ہے وہ Deliver کر سکتے ہیں۔ یہ جو کیفیات قلبی ہیں یہ بھی وہی Deliver کر سکتا ہے' جس نے پہلے خود یہ کیفیات حاصل کی ہوں!

ہم پہ یہ اللہ کا احسان ہے کہ ہمیں یہ کیفیات نصیب ہوئیں۔ ہم نے عمر لگائی' محنت کی' اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے کیفیات قلبی عطا فرمائیں۔ اب ہم اپنی ذمہ داری کو نبھا رہے ہیں۔ یہ کسی پر احسان نہیں کر رہے ہیں یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم محنت کریں' نتائج اللہ پاک کے دست قدرت میں ہیں۔

سوال:- 60 سالہ ملکی تاریخ میں پہلی مرتبہ وکلاء کی تحریک کے ذریعے عدلیہ کو آزادی نصیب ہوئی ہے آج عام آدمی عدالت سے بہت سی توقعات وابستہ کر کے بیٹھا ہے۔ عدلیہ کی حالیہ آزادی کو آپ کس نظر سے دیکھ رہے ہیں؟

جواب:- عدلیہ کی آزادی خوش آئند ہے لیکن انصاف کا حصول ایک الگ معاملہ ہے موجودہ عدالتی نظام میں لوگ پس رہے ہیں اور بے شمار مقدمات زیر سماعت ہیں۔ عام آدمی کو انصاف خریدنا پڑتا ہے اور یہ صورت حال جوں کی توں ہے۔ تو بات یہ ہے کہ جب تک عام آدمی کو فوری اور سستا انصاف میسر نہ آئے تو باقی باتوں کی اتنی اہمیت نہیں ہے۔

سوال:- چند روز پہلے نواز شریف 7 سال جلاوطنی کے بعد پاکستان آئے لیکن انہیں پھر ملک بدر کر دیا گیا اس معاملہ پر آپ کیا فرمائیں گے؟

جواب:- نواز شریف باہر گئے کیوں تھے' ملک میں رہتے۔ کیا ہوتا زیادہ سے زیادہ قتل ہو جاتے لیکن یہ لوگ صرف حکومت کرتے ہیں مار کھانا پسند نہیں کرتے' اس کے لئے دوسروں کی گردنیں تلاش کرتے ہیں۔ نواز شریف ائرپورٹ پر آنسو بہا رہا تھا' بھلا رونے دھونے سے کبھی اقتدار ملا ہے۔ دوسری طرف حکومتی کردار بھی بدتر ہے۔ حکمران جھوٹ پر جھوٹ بول رہے ہیں۔ وزیراعظم شوکت عزیز کابینہ کے سامنے جھوٹ بول رہا ہے کہ ہم نے نواز شریف کو پیشکش کی کہ جیل جانا ہے یا جلاوطنی اختیار کرنی ہے اس پر نواز شریف نے باہر جانا پسند کیا۔

سوال:- بےنظیر اور جنرل مشرف کے درمیان ڈیل کی خبریں آ رہی ہیں؟

جواب :- بے نظیر نے پہلے کونسا تیر مارا ہے جو اب اقتدار میں آ کر عوام کی خوشحالی کیلئے کچھ کریں گی۔ وہ دومرتبہ وزیر اعظم رہی ہیں مگر عوام کی حالت کو سدھار نہ سکیں۔

سوال :- اس وقت حکومت کا جو رویہ ہے اس بارے آپ کیا کہیں گے؟

جواب :- غالباً 1970ء کی بات ہے کہ حضرت جیؒ کے ساتھ حج کی سعادت نصیب ہوئی مجھے کچھ دن جدہ میں حجاج کرام کا جو کیمپ تھا اُس میں ٹھہرنے کا موقع ملا۔ وہاں مختلف ملکوں سے حجاج کرام آتے قیام کرتے چلے جاتے۔ میں اُن لوگوں کی عادات' مزاج اور مشاغل وغیرہ غور سے دیکھتا رہتا۔ ایک گروپ نجانے کونسے ملک کا تھا ان کا وہاں قیام ہوا انہوں نے خشک حلوے کی طرح کی ایک ڈش تیار کی' اُسے درمیان میں رکھا اور ہاتھوں سے گولے بنا کر منہ میں ڈالنے لگے دوسرے ہاتھ میں چائے یا قہوہ وغیرہ کی کیٹلی تھی وہ گولہ منہ میں ڈالتے اور کیٹلی سے گھونٹ لیتے۔ میں دور کھڑا ان کے کھانے کے اس دلچسپ انداز کو دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اُس نے کھانے میں شریک ایک شخص سے بات کی' اُسے بازو سے پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ اگلے بندے نے جو گولہ ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا وہ اس آنے والے شخص کے منہ میں بھی ٹھونس دیا اور چائے کی کیتھلی اُس کے منہ سے لگا دی۔

میں نے اُن کو دیکھا تو سوچا کہ یہ تو پاکستانی حکومت کی طرح ہیں۔ کہ جو بھی منہ کھولتا ہے اُس کے منہ میں مال ڈال کر چپ کرا دیا جاتا ہے۔ میری رائے میں آج تک ہماری حکومتوں کا رویہ یہی رہا ہے کہ جو منہ کھولے اُس کے منہ میں مال ٹھونسو اور چپ کرادو اور آج بھی یہی کچھ ہو رہا ہے! من الحیث القوم ہم اس حالت کو آ پہنچے ہیں کہ آج کے عہد میں ہمارا کردار ہی نہیں' سوچ اور فکر بھی مسخ ہو چکی ہے اور حکومتیں سب سے زیادہ اس کا شکار ہیں۔ کردار بگڑ جائے تو اس کے سدھار کی توقع ہوتی ہے لیکن اگر سوچ اور فکر مسخ ہو جائے تو پھر بڑی تباہی آتی ہے

سوال :- صدر پرویز مشرف کو اس وقت کونسا راستہ اختیار کرنا چاہئے؟

جواب :- صدر مشرف کے سامنے راستے ہی راستے ہیں لیکن اُن کے لئے باعزت راستہ یہ ہے کہ صدارت سینٹ کے چیئرمین کے حوالے کریں اور کسی سینئر جنرل کو آرمی چیف کا عہدہ سونپ کر اقتدار سے الگ ہو جائیں۔ پرویز مشرف ۸ سال میں کچھ نہیں کر سکا تو ۸۰ سال میں بھی کچھ نہیں کر سکے گا۔ آٹھ سالوں میں وہ کچھ ایسے بندے تیار نہیں کر سکا جو حکومت کو سنبھال سکیں۔ یہ صدر مشرف کی ناکامی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

سوال :- امریکہ ابھی تک افغانستان اور عراق میں پھنسا ہوا ہے۔ آپ کی سیاسی بصیرت کیا دیکھ رہی ہے کہ امریکہ مستقبل میں کیا طرز عمل اختیار کرے گا؟

جواب :- جو حالات و واقعات ظہور پذیر ہو رہے ہیں اور جس طرح کی خبریں آ رہی ہیں لگتا یہ ہے کہ امریکہ عراق سے اب جان چھڑانا چاہتا ہے اب اس طرح وہ فوراً بھاگ تو نہیں سکتا لیکن عراق سے نکلنے گا ضرور۔

امریکہ کے نزدیک عراق یا فلسطین اُن کا مسئلہ نہیں ہے۔ اُن کا بنیادی مسئلہ ہمارا خطہ ہے۔ پاکستان ہو' افغانستان اور وزیرستان یہ جو ہے یہ اُن کا بنیادی مسئلہ اور اُن کا اصل ٹارگٹ ہے۔ اب چونکہ افغانستان میں وہ پہلے سے موجود ہے تو مجھے جو سمجھ آتی ہے وہ یہ کہ وہ جس قدر

عراق سے نکلتے جائیں گے اتنا ہی دباؤ افغانستان میں بڑھاتے جائیں گے۔ عراق سے جو فوجی نکالیں گے وہ افغانستان میں ڈالتے جائیں گے۔ وہ چاہتے یہ ہیں کہ یہ جو خطہ زمین ہے اس کی فکر اور سوچ ہمارے مطابق ہو۔ خواہ نام کے یہ مسلمان رہیں' نمازیں پڑھیں' روزے رکھیں لیکن ان کی جو رائے اور فکر ہے وہ بدل جائے اور وہ ہمارے ساتھ متفق ہو جائیں یہ روشن خیالی' جدیدیت اور اس طرح کا سارا شور شرابہ اسی مقصد کے لئے برپا کیا جارہا ہے یہ روشن خیالی اور جدیدیت کچھ بھی نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ فکری طور پر ہم امریکہ کے ہم نوا ہو جائیں۔ نام کے مسلمان رہیں لیکن ہماری تہذیب' معاشرت اور سوچ و فکر اُن سے ہم آہنگ ہو جائے۔

سوال:- آپ نے فرمایا ہے کہ ہماری سوچ و فکر تباہ ہو چکی اور ہمارے اندر اچھا مسلمان بننے کی فکر نہیں ہے۔ اس کے باوجود ہم کفر کی آنکھ میں کھٹکتے ہیں۔ آخر کیوں؟

جواب :- گو ہمیں کام کرنے کی فکر نہیں رہی لیکن جو ہماری اصل اساس ہے اسکو ہم نے چھوڑا نہیں ہے۔ ہم چوری کر لیتے ہیں' جھوٹ بول لیتے ہیں لیکن جب بات دینی نظریات پہ آتی ہے تو ڈاکو اُچکے سارے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یعنی جو ہمارے اندر Basic Chip ہے وہ ختم نہیں ہوئی۔ وہ ان کے لئے اس لئے خطرناک ہے کہ وہ کسی بھی وقت پورے بندے کو تبدیل کر دیتی ہے یعنی راکھ میں ایک چنگاری دبی ہوئی ہے' وہ چاہتے ہیں کہ یہ چنگاری بجھ جائے۔ آپ دیکھ لیں بہت سے لوگ جرائم پیشہ بھی ہیں' نمازیں نہیں پڑھتے' روزے نہیں رکھتے لیکن شہر میں کوئی شخص خلاف دین اگر کام کرے تو چور اُچکے بھی سارے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ اس نے یہ کر دیا' اس نے بغیر نکاح کے عورت رکھ لی' اُس نے فلاں کام غلط کیا۔ کیوں کرتے ہیں؟ اب اگر اندر کی یہ Chip ہی مر جائے تو پھر تو ہم بھی کام نہیں کر سکتے!

ہم جو محنت کر رہے ہیں وہ اس پر کر رہے ہیں کہ اندر وہ Chip موجود ہے۔ اُس کے اوپر Unwanted Cover یا زنگ لگ گیا ہے۔ اُس کو اگر ہٹایا جائے' اُس اندر کی چپ کو جلا دی جائے تو نیچے سے پھر ایک شیر برآمد ہو سکتا ہے' ایک بہت اچھا مسلمان جنم لے سکتا ہے۔

سوال :- میں حال ہی میں برطانیہ سے ہو کر آیا ہوں وہاں میں نے مسلمان نوجوانوں میں بیداری کی ایک لہر دیکھی حالانکہ کچھ عرصہ قبل وہ مغربی ماحول سے بہت متاثر تھے۔ تو کیا بیداری کی یہ لہر پورے عالم اسلام میں بیدار ہو چکی ہے؟

جواب :- اس دفعہ سالانہ اجتماع میں برطانیہ سے بہت سے نوجوان آئے ہوئے تھے۔ کچھ لوگ تو چالیس دن رہے' دس پندرہ دن تو سارے رہے۔ اسی طرح بیس پچیس ہندوستان سے آئے ہوئے تھے۔ اس طرح یورپ کے دیگر ملکوں سے ناروے سے غالباً بارہ تیرہ آدمی آئے ہوئے تھے' امریکہ سے آئے ہوئے تھے۔ ایک Awareness جو ہم دے رہے ہیں وہ یہ ہے کہ ہماری جو فکر ہے وہ بھی اسلامی ہو اور اس پر ہم صرف سوچیں نہیں بلکہ عمل کریں' فکر یہ کریں کہ ہم کیا دے سکتے ہیں اور کیا دے رہے ہیں!

سوال۔ اگر ملک میں الیکشن ہوئے تو ''الاخوان'' کا لائحہ عمل کیا ہوگا؟ کونسی جماعت کو سپورٹ کیا جائے گا؟

جواب۔ جو فیصلے قبل از وقت ہوتے ہیں وہ صحیح نہیں ہوتے۔ جب الیکشن کا وقت آئے گا' مختلف جماعتیں اپنا اپنا منشور پیش کریں گی' میدان میں آئیں گی تو اُس وقت سوچیں گے کہ کونسی جماعت اور کونسا پلیٹ فارم دوسروں سے بہتر ہے۔ تو یہ فیصلہ اُس وقت ہوگا۔

☆☆☆

اسلام میں نمائندگی کا تصور

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

جوں جوں انتخابات قریب آتے ہیں امیدواران کی ذہنی کیفیت ہیجان کا شکار ہوتی چلی جاتی ہیں امریکہ میں صدارتی انتخابات 2008ء میں ہیں۔ ابھی 2007ء کے دور سے ذرا بعد ابتدائی مرحلہ میں ہیں یعنی پارٹیوں نے امیدواروں کا فیصلہ کرنا ہے۔ صدارتی امیدوار بننے کیلئے دونوں بڑی جماعتیں اپنا اپنا امیدوار منتخب کریں گی جن میں سے قوم کسی ایک کو صدر منتخب کرلے گی کوئی کہتا ہے کہ میں پاکستان پر حملہ کروں گا۔ کوئی کہتا ہے میں القاعدہ پر حملہ کردوں گا۔ کوئی مقامات مقدسہ پر حملہ کے بارے میں ہرزہ سرائی کرتا ہے۔ ہمارے رہنماؤں کا مسئلہ وردی ہے یا لے دے کے بےنظیر بھٹو نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے بارے میں بیان دے ڈالا ہے کہ ان سے باز پرس ہوگی۔ دراصل ہمارے حلقہ انتخابات میں امریکہ کا وائٹ ہاؤس بھی شامل ہے جس کا ایک ایک ووٹ پاکستان کے کروڑوں ووٹوں پر حاوی ہے۔

آنحضورﷺ کا اولین دور ہے آپؐ نے مکہ والوں کو کوہ صفا کی پہاڑی کے قریب جمع فرمایا اپنے خطاب سے پہلے اپنا پروگرام پیش فرمانے سے پہلے ان سے پوچھا ''میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے''۔ سب نے بہ یک زبان عرض کی ''آپؐ صادق بھی ہیں اور امین بھی''، یعنی آپؐ نے نہ کبھی جھوٹ بولا نہ کسی کی امانت میں خیانت کی۔ آپؐ قیادت کیلئے امیدوار ہیں۔ وہ بھی اپنی ذات کیلئے نہیں اپنے عزیز و اقارب کے لئے بھی نہیں، نہ ہی اپنے قبیلہ یا نسل کیلئے بلکہ کل انسانیت کیلئے جن میں مسلمان، یہودی، عیسائی، آتش پرست، بت پرست اور مظاہر قدرت کی پوجا کرنے والے کفار بھی شامل ہیں کوالیفکیشن ملاحظہ فرمائیں۔

کفار تصدیق کر رہے ہیں کہ آپؐ صادق بھی ہیں اور امین بھی۔ نہ کروڑوں اشتہاروں کی ضرورت ہے نہ کپڑے کے لاکھوں بینرز کی، نہ کذب بیانی سے کام لینے والے کرائے کے پٹھوؤں کی۔ مخالفین تصدیق کرر ہے ہیں۔ دشمن تصدیق کرر ہے ہیں کہ آپؐ صادق بھی ہیں اور امین بھی۔ امیدوار بننے کی اہلیت کا موازنہ کریں، ذرا ان جدید دور کے روشن خیال رہنماؤں سے جن کا دعویٰ ہے ہم منتخب ہو جائیں تو ثابت کر دیں گے کہ ہم صادق اور امین ہیں۔ اور ایک آپؐ ہیں کہ اس پر ہی بس نہ کی بلکہ پھر سوال پوچھا ''اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑی کی دوسری طرف دشمن کی فوج ہے جو تم پر (یعنی مکہ والوں پر) حملہ آور ہونے والی ہے تو مکہ والوں کا، کفار کا اور آپؐ کے مخالفین کا پھر یہ جواب تھا ''ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا'' یہ تسلی کروا لینے کے بعد کہ آپؐ قیادت سنبھالنے کے اہل ہیں۔ آپؐ نے نہ جھوٹ بولا نہ کسی کی امانت میں خیانت کی، پھر کہیں اس کے بعد جا کر اپنا پروگرام مکہ والوں کے سامنے رکھا اور پروگرام بھی وہ جسمیں آپ کے لئے سراسر تکالیف پنہاں تھیں۔ مسائل پوشیدہ تھے، دکھ اور مصیبتیں تھیں اور سامعین کا سراسر فائدہ تھا۔ یوں آپؐ نے رہتی دنیا تک کیلئے ایک معیار مقرر فرما دیا۔ انتخابات کے دوران کھڑے ہونے والے امیدواروں کیلئے یعنی انسانوں کو عملی پیغام عطا فرمایا۔ آزما کر، عمل کے ذریعے یہ ثابت کرکے کہ اگر تم اپنی بھلائی چاہتے ہو تو انتخابات میں انہیں حصہ لینے کی اجازت دو جو خود کو اپنی سابقہ زندگی میں صادق اور امین ثابت کر چکے ہوں، انہیں منتخب کرلو اور ان سے بچو جو دعویٰ کریں کہ وہ منتخب ہونے کے بعد صادق اور امین بن جائیں گے۔

اس راز کو مغرب نے پالیا۔ امریکیوں نے اپنے سینوں سے لگا لیا لیکن ہم نے اسے پس پشت ڈال دیا لہٰذا ہم خواری کی اندھیری کوٹھریوں میں مقید کر بیٹھے خود کو بھی اور اپنی قوم کو بھی۔

بلوچستان کے ایک وزیر اعلیٰ تھے جو لندن کے کسی فٹ پاتھ پر دم توڑ گئے' دل کا دورہ پڑا' بیٹا ساتھ تھا اس نے ٹیکسی روکی' ٹیکسی والے نے اٹھانے سے انکار کر دیا اور کہا' پولیس کیس ہے۔ پولیس کو بلاؤ۔ پولیس بلائی گئی۔ انہوں نے کہا دل کا دورہ پڑا ہے فوراً ہسپتال پہنچاؤ اس نے اسی کشمکش میں فٹ پاتھ پہ ہی بڑی بے بسی میں دم توڑ دیا۔ لاکھوں پاؤنڈز' کروڑوں ڈالرز کمائے' غیروں کے بینکوں میں جمع کئے۔ ہم وطنوں کا خون نچوڑا' اغیار کو دے گئے اور خود بڑی بے بسی کی موت مرے۔ فٹ پاتھ پر ہی عزرائیل نے آن لیا جس سے بچنے کیلئے ہمارے حکمران ہمیشہ بڑے جتن کرتے رہے اور آج بھی کر رہے ہیں یعنی چار چار سو تربیت یافتہ کمانڈوز کروڑوں' اربوں روپوں کے اخراجات' سکیورٹی کے سرکاری اصطلاح میں فول پروف انتظامات ہیں۔ اللہ کا یہ فرشتہ ایک ہی وقت میں معلوم نہیں روئے زمین پر کس کس کی جان قبض کر رہا ہوتا ہے اور خطہ ارض کی کس کس جگہ پر' صحراؤں میں' پہاڑوں میں' سمندروں میں' میدانوں میں پتا نہیں کہاں کہاں۔ جس سے ہمارے حکمران بچتے پھرتے ہیں۔ اسی طرح ایک سابق وزیر اعظم امریکہ کے ایک خیراتی ہسپتال میں جان بکس بی کے نام سے داخل ہوئے اور دم توڑ گئے۔

ہم ان کے دن مناتے ہیں جو کروڑوں اربوں ڈالرز غیروں کے بینکوں میں جمع کر کے چھوڑ گئے۔ جب اولاد ان کے پاس گئی دولت لینے اپنے باپ کی لوٹ پر قبضہ کیلئے تو انہیں علم نہیں تھا۔ جن کے بنکوں میں یہ لوٹ کا مال ہے دنیا میں ان سے بڑا لٹیرا اور کون ہو سکتا ہے۔ اولادوں کو ان لٹیروں نے جواب دیا۔ یہ جان بکس بی کا سرمایہ ہے جو ایک یہودی تھا۔ تمہارا باپ تو مسلمان تھا لہٰذا تمہارا اس سے کیا واسطہ یہ ظالم لوٹ کا مال اپنے بنکوں میں جمع کرواتے تو روپے کی غیر ممالک کی کرنسیوں کے مقابلے پر قیمت تو نہ گرتی' صنعتیں لگتیں جو ہم وطنوں کے کام آتیں۔

عجیب لوگ ہیں یہ نمائندگی کے دعویدار' جب کارخانے لگاتے ہیں تو دوسرے ممالک میں جا کر۔ سرمایہ لگاتے ہیں تو دوسرے ممالک میں جا کر لیکن جب خود برسر اقتدار آتے ہیں تو انہی غیروں کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں پاکستان میں سرمایہ لگاؤ آپ کو بڑا فائدہ ہوگا۔ بھلا کیسے؟ وہ کہتے ہیں تم تو باہر لگا رہے ہو ہمیں پاکستان میں لگانے کا کیوں کہتے ہو، ہم کیوں لگائیں' ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟ امریکہ میں مین ہٹن کے اندر وال سٹریٹ ہے' نیویارک میں گذشتہ صدی کی رپورٹ ہے۔ اس کے ایک جریدے میں دنیا کے ارب پتی لوگوں کی فہرست شائع ہوئی تھی۔ امریکہ سے کوئی پانچ سات نام ہی تھے ان میں جبکہ پاکستان سے ایسے لوگوں کے جو نام تھے ان کی تعداد سترہ تھی جن میں جرنیل بھی شامل تھے۔ یہ بیسویں صدی کی بات ہے اب تو اکیسویں صدی ہے پھر ہمیں جن حالات کا سامنا ہے وہ کیوں پیدا نہ ہوتے۔ ان حالات سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم سب رزق حلال کھائیں' ظلم کو برداشت کرنا بذات خود ظلم ہے اسی لئے اسے برداشت نہ کریں' مظلوموں اور حاجت مندوں کی مدد کریں اپنے اپنے دل کو آلائشوں سے پاک رکھیں اور ہم پر جو بڑی ذمہ داری ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنے نمائندے صادق اور امین امیدواروں میں سے منتخب کریں۔ اس طرح غلط فیصلوں کا امکان خود بخود ہی ختم ہو جائے گا۔ ہماری اسمبلیوں کی کارکردگی انتہائی ناقص ہے' انتہائی مایوس کن ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے' نیز انہوں نے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں سے انحراف کیا ہے جب تک یہ صورتحال رہے گی ہمارے نمائندے بھی اسی طرح کے ہوں گے ہمارے حکمران اسی قسم کے ہوں گے لہٰذا ہمارے حالات بھی اسی طرح رہیں گے۔ ہر شخص اپنے وجود کا اپنے خیالات کا اپنی مرضی کا جب خود مالک ہے تو ان کو مالک کے سپرد کیوں نہیں کر دیتا؟ تاکہ ان سے بہتر کام لے سکے۔ اے اللہ ہمارے حال پر رحم فرما آمین۔

امریکہ کب ٹوٹے گا؟

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

بعض پاکستانیوں نے کہنا شروع کر دیا ہے کہ امریکہ اب ٹوٹ جائے گا۔ اکیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی امریکہ کا جو رویہ مسلم ممالک سے ہے اس کی وجہ سے ان ممالک میں خاص طور پر مسلمانوں کے اندر نفرت جو پہلے اسی قسم کی وجوہات کی بناء پر موجود تھی اس میں شدت آ چکی ہے۔ جو خون خرابے میں بدلتی جا رہی ہے۔ مسلمانوں کے اندر یہ نفرت کے جذبات ایک فطری ردعمل ہے۔ مذکورہ حالات کی وجہ سے لوگ کہتے ہیں کہ اپنی پالیسیوں کی وجہ سے امریکہ ٹوٹ جائے گا۔ میرے ایک دوست ہیں وہ کہتے ہیں یہ ضرور ٹوٹے گا کیونکہ اس قسم کی سیاست کا منطقی انجام یہی ہوا کرتا ہے تاہم اتنی جلدی نہیں ٹوٹے گا۔ میں نے اس سے دلیل پوچھی تو اس کا جواب تھا پچھلی صدی کے امریکہ کے آخری صدر پر الزام تھا اور یہ محض الزام ہی تھا وہ بھی جنس کا حالانکہ جنس پر وہاں کوئی پابندی نہیں لیکن ان کی سوچ ملاحظہ فرمائیں۔ عوام پر کوئی پابندی نہیں مگر صدر ایسا کیوں کرے؟ لہٰذا اس کیلئے ایک وکیل کو جج مقرر کر دیا گیا جو صدر امریکہ کو عام سی کرسی پر بٹھا کر سوال جواب کرتا رہا۔ یہ عمل کئی گھنٹوں تک جاری رہا مگر صدر امریکہ نے عدالت کے ادب کو ملحوظ خاطر رکھا اور ہر سوال کا جواب دیتا رہا۔ جس ملک میں عدل کا اس قسم کا نظام ہو اور جب تک وہ موجود رہے اس وقت تک وہ ملک کیسے ٹوٹ سکتا ہے؟ تاریخ کے عام سے طالب علم کو بھی اس بات کا علم ہے کہ جب ہٹلر کے بمبار طیاروں نے لندن کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تو لندن کے عمائدین اپنے وزیر اعظم سرونسٹن چرچل کو اس کے دفتر 10-ڈاؤننگ سٹریٹ جا کر ملے اور اپنی تشویش سے آگاہ کیا جس پر چرچل نے ان سے سوال کیا کہ کیا انگلستان کی عدالتیں لوگوں کو انصاف مہیا کر رہی ہیں تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا اور کہا بلاشبہ ایسا ہی ہے۔ انگلستان کی عدالتیں وقعتاً عوام کو انصاف مہیا کر رہی ہیں لیکن اس بات کا ہٹلر کے بمبار طیاروں سے کیا تعلق اور وہ جو تباہی نازل کر رہے ہیں اس سے کیا تعلق۔ اس پر چرچل نے کہا جب تک انگلستان کی عدالتیں عوام کو انصاف مہیا کرتی رہیں گی تب تک دنیا کی کوئی طاقت اسے شکست سے ہمکنار نہیں کر سکتی۔

یہ وہ سبق ہے جو ان اقوام نے آنحضورؐ کے دیئے ہوئے عدالتی نظام سے لیا اور اس کی پیروی کی۔ فاطمہ نامی کسی قبائلی سردار کی بیٹی چوری کرتی ہوئی پکڑی گئی، جرم ثابت ہو گیا اس کے قبیلے کے لوگوں نے آپؐ کے غلام سے سزا میں کمی کی سفارش کروائی جس پر آپؐ نے فرمایا ''خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کا ارتکاب کرتیں تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا' اور مزید فرمایا سابقہ امتیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ وہ قانون کے نفاذ میں تفریق سے کام لیتیں۔ غریبوں کو کڑی سزائیں دلاتیں مگر بڑوں سے نرمی برتتیں یا انہیں چھوڑ دیتیں۔ یہی ہم پاکستان میں دیکھ رہے ہیں۔

سپریم کورٹ کے 20 جولائی 2007ء کے فیصلے سے قوم کو امید لگ گئی ہے کہ پاکستان کی تاریخ نے رخ بدلا ہے اور بہتری کی طرف گامزن ہوئی ہے لیکن پھر وہی بات ہے آئندہ آنے والے حالات ہی بتائیں گے قوم کی امیدیں درست تھیں یا غلط۔ دراصل یہ معاملہ میرے نزدیک صرف عدلیہ تک ہی محدود نہیں اس کی ذمہ داری عوام پر بھی برابر عائد ہوتی ہے۔اس کا ثبوت بھی عوام کے اپنے سامنے موجود ہے بلکہ کئی ثبوت موجود ہیں۔سب سے بڑا ثبوت عالم اسلام کا وہ زور ہے جس میں مسلمان دنیا کی ایک برتر قوم تھے۔مغربی اقوام کو یہ راز 18 مئی 1291ء کے بعد حاصل ہوا جب وہ مسلمانوں کے ہاتھوں صلیبی جنگوں میں ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوئی تھیں یعنی جب اس تاریخ کو انہوں نے اپنا آخری قلعہ بھی ہار دیا اس کے بعد وہ سر جوڑ کر بیٹھے۔وہ سو سال کی لاحاصل جنگوں میں مذہبی جوش وجذبہ سے حصہ لینے کے باوجود وہ ہارے۔انہیں جب یہ پتا چلا یعنی علم ہوا کہ مسلمانوں کی عظمت کی وجہ سے ان کے اخلاقی کردار میں برتری اور عدلیہ کی آزادی ہے تو ان اقوام نے اپنے اپنے نظاموں کو اسلام کے مطابق ڈھال لیا۔مسلمان اپنے آپ کو ناقابل شکست سمجھ کر سو گئے جبکہ یہ قومیں جاگتی رہیں لہٰذا انہوں نے مسلمانوں کی بساط الٹ دی اور انہوں نے اپنا قدیم عدالتی نظام مسلمانوں پر مسلط کر دیا اور مزے سے ان کی دولت کی لوٹ مار میں مصروف ہو گئے۔

ایک مرتبہ لاہور ہائی کورٹ کے ایک چیف جسٹس مجھے ملنے کیلئے تشریف لائے اور فرمانے لگے ’’حضرت ایک سوال لایا ہوں جس کا جواب چاہتا ہوں‘‘؟ میں نے کہا فرمائیے تو وہ بولے ’’اس سوال نے بڑا پریشان کر رکھا ہے کہ اذانیں ہوتی ہیں ان پر کہیں پر پابندی نہیں، نمازیں پڑھی جاتی ہیں، روزے رکھے جاتے ہیں، لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں حج کرتے ہیں، حلال روزی کھانے میں مکمل آزادی ہے، برائی پر قدغن ہے، چوری ڈاکے کی اجازت نہیں۔اگر سرزد ہوں تو قانون حرکت میں آ جاتا ہے پھر یہ اسلام کے نفاذ کا شور کیسا؟ (ابھی یہ تشدد کی لہر نہیں اٹھی تھی) میں نے انہیں مختصر سا جو جواب دیا وہ یہ تھا کہ ’’آدمی جو بھی ذاتی حیثیت میں عمل کرتا ہے اس کی اہمیت نہیں جو اس کے مفاد پر حکومت جو عمل کرتی ہے اہمیت اس کی ہوتی ہے (خاص طور پر جب کسی فرد کو حکومت سے واسطہ پڑتا ہے) تو اسلام کے نفاذ سے میرے نزدیک مطلب یہ ہے کہ حکمران اور عام آدمی کے درمیان جو رشتہ ہے اسے مشرف بہ اسلام کیا جائے۔لوگوں کو تعلیم، علاج معالجہ اور انصاف بالکل وقت پر مہیا کرنے کا بندوبست کرنے، بے روزگاری ختم کرے حکومت عدلیہ کو وہ تمام سہولیات مہیا کرے جن سے وہ آزادی سے اپنا کام جاری رکھ سکیں یعنی لوگوں کو مفت اور خالص انصاف مہیا کر سکے‘‘۔

میرے خیال میں امریکیوں کا رشتہ جو ان کی حکومت سے ہے وہ ہم پاکستانی مسلمانوں کا جو رشتہ ہماری حکومت سے ہے وہ اس سے زیادہ اسلامی ہے اور امریکی عدلیہ کی تاریخ بھی ہماری عدلیہ سے بہت بہتر ہے اور جب تک یہ دونوں صورتیں قائم ہیں امریکہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر ہم یہ صورتیں پاکستان میں مضبوط نہ بنا سکے تو ہمیں پھر اپنے ملک کی فکر کرنی چاہیے۔ہمیں اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہئے کہ امریکہ ٹوٹ جائے گا اور ہم سیاسی انتشار سے آنکھیں بند رکھنے میں آزاد رہیں گے۔

..........☆☆☆..........

زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

صدر مملکت جناب پرویز مشرف صاحب کو جس کسی نے مشورہ دیا ہے بہت اچھا مشورہ ہے کہ ایوان صدر میں عوام کو بلا کر ان سے گفتگو کی جائے ان کے مسائل براہ راست سنے جائیں اور حل کئے جائیں۔ بہت اچھی بات ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ وہاں جو عوام نظر آتے ہیں یہ سمجھنا مشکل ہے کہ وہ کون سے ملک کے عوام ہیں کہ پاکستانی عوام تو دیسی لباس میں ہوتے ہیں اور اکثر پھٹے پرانے لباس میں اور دیسی زبان میں بات کرتے ہیں جبکہ ایوان صدر میں جو عوام ہوتے ہیں وہ بہت خوبصورت سوٹ اور ٹائی کے ساتھ ہوتے ہیں اور ان کے بوٹوں کی سیاہی غریب کے مقدر سے زیادہ تاریک تر ہوتی ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ بات انگریزی میں کرتے ہیں اور ان کی انگریزی عام نہیں ہوتی بلکہ بہت اعلیٰ ہوتی ہے جسے اُردو میں ہم ثقیل کہہ سکتے ہیں کہ اکثر انگریزی بولنے والوں کی سمجھ سے بھی بالاتر ہوتی ہے اور صدر مملکت جب جواب ارشاد فرماتے ہیں تو اس میں ایک حد تک اُردو بھی استعمال فرماتے ہیں لیکن اس سے بھی پوری بات پلے نہیں پڑتی کہ وہ بھی اکثر انگریزی پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہاں یہ بات خواب ہے کہ صدر مملکت براہ راست عوام سے رابطہ میں ہوں، ان کے دکھ سکھ جانیں اور ان کا مداوا کریں بلکہ آدھے دکھ تو ان کے سننے سے ہی کم ہو جاتے ہیں جیسے کوئی اچھا طبیب شفقت سے مریض کی بات سن لے تو آدھا مرض جاتا رہتا ہے اور مریض کو مرض سے نجات پانے کا حوصلہ ملتا ہے۔ اسی طرح جب خطاب ہوتے ہیں تو اکثر جناب صدر اور جناب وزیراعظم انگریزی زبان کو ہی ذریعہ اظہار بناتے ہیں جسکو سمجھنے والے غالباً دو فیصد لوگ پاکستان میں ہونگے اور باقی سب کو ثواب پہنچتا ہو تو الگ بات، ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔

جہاں تک عام آدمی کا تعلق ہے تو اسکی ساری سوچ ساری توجہ اپنے مسائل پہ رہتی ہے اسے اس بات سے غرض نہیں کہ صدر صاحب باوردی ہیں یا بغیر وردی کے اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ جب ملک آزاد نہیں ہوا تھا اور حکومت انگریز کے پاس تھی تو اس نے جو نظام بنایا وہ غلاموں کے لئے تھا مگر غلاموں سے خدمت لینے کے لئے زندہ تو رکھنا پڑتا ہے لہٰذا وہ اپنی حکومت اور اقتدار کی بقاء کے لئے قانون پر سختی سے عمل درآمد کے قائل تھے اور ہر آدمی کی کچھ نہ کچھ شنوائی ہو جاتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بھی عوام میں اس عہد کے لوگ یہ بات برملا کہتے ہیں کہ پاکستان سے تو برطانیہ کا دور اچھا تھا اور بڑی حسرت سے یہ بات کہتے ہیں ایسے جیسے ان کی تمنا ہو کہ کاش وہی دور غلامی پلٹ آئے۔ اللہ نہ کرے کہ ایسا ہو مگر وہ ایسا کیوں کہتے ہیں اس لئے کہ جتنے حقوق انہیں عہد غلامی میں حاصل تھے آزادی کے بعد اشرافیہ نے وہ بھی چھین لئے اور اب غریب کے لئے حق نام کی کوئی شے موجود نہیں ہاں برائے نام اشرافیہ کے در کی خیرات میں

کوئی شے مل جائے تو حق کیسے مانا جائے!

کاش! صدر مملکت واقعی عوام سے مخاطب ہوں اور انکی زبان میں مخاطب ہوں اور ان کے دکھ جانیں تو بات ہے۔

فرحت عباس شاہ کا ایک مشہور شعر ہے کہ

تو تو سورج ہے تجھے معلوم کہاں رات کا دکھ
تو کسی روز میرے گھر میں اُتر شام کے بعد

ہاں صدر مملکت کبھی کسی گاؤں کا رخ کریں، چوپال پہ بیٹھ کر لوگوں کے ساتھ ساگ اور روٹی کھائیں، لسی پئیں اور ان کے دکھ سنیں۔ کبھی کسی ضلع کچہری میں جلوہ افروز ہوں اور دیکھیں ایک ایک عدالت میں مقدمات کا کتنا انبار ہے اور انصاف لینے آنے والا عام آدمی صرف تاریخ لیکر چلا جاتا ہے۔ کبھی کسی پٹواری کے حلقہ میں وارد ہوں اور ننگے پیر پھٹے کپڑوں والے کسان کا حال دیکھیں، کبھی بارش کے چند پل کسی دہقان کی دور افتادہ "ڈھوک" پر گزاریں اور دیکھیں کہ بارش تو آدھ گھنٹہ پڑی چھت کیوں تین گھنٹے برستی ہے لیکن یہ سب ممکن نہیں اور آخر کیوں ممکن نہیں، کیا صدر مملکت ہم میں سے نہیں، کیا وزیراعظم صاحب ہم میں سے نہیں اور اگر ہم ہی میں سے ہیں تو پھر یہ دوری کیسی۔ اپنوں سے دوری کونسی تعریف میں آتی ہے۔ ہاں یہ بات تو میں بھول گیا کہ خطرہ ہے ان پر کتنے جان لیوا حملے ہو چکے ہیں اگر وہ اس طرح گھلنے ملنے لگے تو کیا ہوگا۔

میرے نزدیک ان حملوں کا بنیادی سبب اپنوں سے دوری ہے اگر صدر مملکت اپنوں کو ساتھ ملا لیں تو ایک ایک فرد ان پر جان نثار کرنے لگ جائے گا اور کسی کو میلی نظر سے دیکھنے کی جرات بھی نہ ہوگی اگر یہ سب کچھ کو میں عرض کر رہا ہوں محض حماقت ہے تو کم از کم ایوان صدر میں چند غریبوں کو بلا لیجئے ان کا حال انکی زبان سے سنیئے اور انکی زبان میں ان سے خطاب فرمائیے۔

..............☆☆☆..............

عرض تمنا
بحضور حضرت شیخ المکرّم مدظلہ العالی

درد کیوں حد سے بڑھا اس کا مداوا کیا ہے
اے مسیحا تیری تجویز میں نسخہ کیا ہے
چارہ گر جان لیا ہے تو ذرا کھل کے بتا
دل کے جلتے ہوئے داغوں کا تقاضا کیا ہے
تشنگی اور بھی بڑھتی ہے جو چکھ لیں اس کو
جانے اس شخص کے مشروب میں رکھا کیا ہے
میں بھی مصروف دعا ہوں کسی مکی کی طرح
وارث تخت محمدؐ تیرا منشا کیا ہے
نقد دل لے کے چلے آئے تھے ہم پاس تیرے
یہ نہ سوچا کہ درِ یار پہ بکتا کیا ہے
تو نے پوچھا تھا کہ کیا حال ہے تیرا ہمدم
تو ہی تو ہے میری زیست میں رکھا کیا ہے
وہ جو معراج محبت پہ ہوا ہے فائز
جان من آپ نے اس شخص کا سوچا کیا ہے

☆..............محمد منیر ایاز، خوشاب

ایمان کی بقاء کا انحصار بھی معیشت پر ہے!

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 10-08-2007

قومی اور ملکی زندگی اور عروج و ترقی کا مدار اُس قوم کی معاشیات پر ہوتا ہے اسلام میں عبادت سے بھی زیادہ تاکید معاشیات پر فرمائی گئی اور حضور اکرم ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ جلوہ افروز ہوئے تو جو پہلا کام حضور اکرم ﷺ نے کیا وہ معاشی نظام تھا۔ مہاجرین و انصار میں اخوت بھائی چارہ اس طرح سے کرایا کہ ہر مہاجر کو کسی انصاری کا بھائی بنا دیا اور انصار نے جو قربانی دی وہ بے مثال تھی کہ انہوں نے صرف زبانی بھائی نہیں بنایا بلکہ جو جس کا بھائی بنا اُس کے پاس جو جائیداد، جو زمین، جو گھر تھا، جو مال تھا اُس نے بھائی کا حصہ اپنے بھائی کو دے دیا تو یوں ہر آنے والا مہاجر بھی جو بالکل تہی دست ہو کر تشریف لائے تھے، مکہ مکرمہ میں ان کے پاس جاگیریں بھی تھیں، اُن کے پاس مال بھی تھا، اُن کے پاس عالیشان گھر بھی تھے وہ سب کچھ انہوں نے اللہ کی راہ میں چھوڑ دیا تو حضورؐ نے پہلا کام یہ کیا کہ مدینہ منورہ میں سب کو بھائی بھائی بنا دیا اور وہ صرف زبانی بھائی نہ تھے بلکہ میراث میں جو کچھ اُن کے پاس تھا آدھا اپنے بھائی کو دے دیا حتیٰ کہ بعض صحابہ کرام نے جن کے پاس دو یا تین بیویاں تھیں تو بھائی کے پاس اگر بیوی نہ تھی تو یہ بھی ملتا ہے کہ ایک بیوی کو طلاق دے کر اُن کے نکاح میں دے دی اور یوں معاشی طور پر بنیاد پڑی مدینہ منورہ کی ریاست کی اس پر ابن اُبی نے مکہ مکرمہ میں جا کر بہت شور کیا کہ تم تو مسلمانوں کو مکہ مکرمہ سے نکال کر بے فکر ہو گئے ہو کہ بات ختم ہو گئی لیکن وہ بگڑنے کی بجائے بات زیادہ بن رہی ہے اور زیادہ مضبوط ہو گئی ہے اور انہوں نے تو وہاں ایک معاشی نظام کی بنیاد رکھ دی ہے اور وہ تو ایک الگ ریاست اور قوت بن جائے گی۔ تم کس بات پر بے فکر بیٹھے ہو! چنانچہ مکہ مکرمہ سے اس طرح چندہ اکٹھا کیا گیا کہ کسی یتیم بچی کے کانوں میں اگر بالیاں تھیں تو وہ بھی اُتار لی گئیں اور مکہ مکرمہ کی دولت جمع کر کے ایک تجارتی قافلہ بھیجا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ اس سے جتنا منافع آئے گا اُس سے جنگ کی تیاری کر کے مسلمانوں کا اور اسلام کا خاتمہ کر دیا جائے گا اور جس قافلے کو روکنے کے لئے نبی کریم ﷺ آگے بڑھے اور مکہ والوں کو اطلاع ہوگئی اور مشرکین مکہ اس کو بچانے کے لیے بڑھے اور قدرت باری ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قافلے کو تو میں نے جانے دیا اور تمہارا مقابلہ مشرکین مکہ سے کرا دیا کہ حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے جس کے نتیجے میں غزوہ بدر وقوع پذیر ہوا۔

قبل از اسلام جو معیشت تھی اُس کی بنیاد "سود" پر تھی اور بات بات پر اور چھوٹی سے چھوٹی چیزوں پر بھی سود لیا جاتا تھا۔ سود کا نظام ایسا ہے کہ جو پہلے سے غریب ہوتا ہے یا جو مجبور ہوتا ہے یا جس کے پاس سرمایہ نہیں ہوتا وہ اپنی ضرورت کے لئے سرمایہ تو لے بیٹھتا ہے۔ اگر اس کے پاس سرمایہ نہیں تو وہ اصل سرمایہ لوٹانے کے لئے بھی بڑا وقت اور بڑی محنت چاہیے کہ وہ جو کاروبار شروع کرتا ہے اُس سے اتنا سرمایہ پیدا کرے کہ کام بھی چلتا رہے، اتنا سرمایہ ہو جائے اور اتنا منافع آ جائے کہ جو اس نے اُدھار لیا ہے وہ واپس کر سکے لیکن جب اُس پر شور شروع ہو جاتا ہے تو پھر وہ جتنی محنت کرتا ہے وہ سود ہی ادا کر پاتا

ہے اور ساری عمر اُس میں پستا رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو پہلے سے کمزور تھا اُس نے قرض لیا‘ جس کے پاس اپنی ضروریات سے دولت زائد تھی اُس نے قرض دیا‘ اب جس کے پاس پہلے زائد ہے اُس کے پاس سرمایہ کھینچا چلا آتا ہے اور جس کے پاس پہلے ہی کم ہے وہ کمزور سے کمزور تر ہوتا جا رہا ہے۔ یعنی سودی معیشت میں ہوتا یہ ہے کہ کمزور سے سرمایہ مزید کھینچ کر دولت مند کے پاس جاتا رہتا ہے۔ یہ ایک بنیادی بات تھی اور روئے زمین کے سارے معاشرے کی جڑوں میں یہ دھنسی ہوئی تھی۔ حرمت شراب اور حرمت سود یہ اتنے بڑے انقلابی کام تھے کہ شراب لوگ پانی کی جگہ پیتے تھے اور نسلوں سے پیتے تھے۔ مسدس حالی میں مولانا حالی نے کہا کہ شراب تو ان کی گھٹی تھی‘ پیدا ہونے پر بچے کے منہ میں جو پہلی غذا ڈالی جاتی ہے اُسے گھٹی کہتے ہیں۔ مولانا حالی فرماتے ہیں کہ شراب تو اُن کی گھٹی میں تھی اور سود ان کا سب سے آسان ذریعہ معاش تھا کہ کچھ سرمایہ جس کے پاس ہو گیا اُس نے سود پر دے دیا پھر وہ سود جمع کرتا اور کھاتا رہا۔ روسا سود بڑے جبر اور ظلم سے جمع کیا کرتے تھے۔ اسلام نے بنیادی طور پر شرط ایمان ہی یہ رکھ دی فرمایا ”اے ایمان والو جنہیں نور ایمان نصیب ہوا ہے سود مت کھاؤ“۔ یعنی سود‘ ایمان کے مقابلے میں آ گیا کہ اگر ایمان ہے تو سود مت کھاؤ۔ ہر جرم پر کوئی نہ کوئی سزا رکھی گئی جن میں بدکاری پر سخت سزا رکھی گئی کہ اُسے ”رجم“ کیا جائے پتھروں سے مار مار کر ختم کیا جائے اور لوگ تماشہ دیکھیں‘ سر عام کیا جائے اور کوئی تم سے اُس پر رحم نہ کھائے۔ اس سے بھی زیادہ جو سزا ہے وہ سود کی رکھی گئی بلکہ سود کے فرمایا اگر سود سے کوئی باز نہیں آتا تو اُسے اللہ اور اللہ کے رسول ؐ کے ساتھ جنگ کے لئے تیار رہنا چاہیئے‘ یعنی کسی جرم پر اللہ اور اللہ کے رسول ؐ کی طرف سے اعلان جنگ نہیں فرمایا گیا لیکن سود پر اعلان جنگ فرما دیا گیا۔ آج بھی مسلمان بڑے سادہ ہیں اور مختلف لوگوں سے سود کے حلال ہونے کے فتوے لے لیتے ہیں اپنی مجبوریاں بتا کر۔ سود ہمیشہ مجبوری میں لیا جاتا ہے شوق سے سود کوئی نہیں لیتا! یہ دو بہانے بڑے عجیب ہیں کہ ایک بندہ بیوی کو طلاق دے دیتا ہے اور پھر بعد میں کہتا ہے کہ میں نے غصے میں دے دی۔ بھائی! یہ نتیجہ ہی غصے کا ہے‘ غصے ہی میں آدمی طلاق دیتا ہے۔ بھلا بیوی خدمت کرے‘ اُس کے پاؤں دبائے‘ تو آدمی اُس سے خوش ہو کر کیا اُسے طلاق دے دے گا؟ طلاق تو نتیجہ ہی غصے کا ہے تو یہ کونسا بہانہ ہے کہ میں نے غصے میں طلاق دے دی۔ دی ہے تو ہو گئی‘ بات ختم۔ اس طرح سود کے لئے بھی بہانہ تراشا جاتا ہے کہ اوہ جی میں مجبور تھا۔ مجبوری ہی تو سود کی اصل ہے اور اس لئے منع فرمایا گیا کہ دوسرے کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھایا جائے اور پھر اتنے سادہ ہیں کہ مجھ سے بھی اجازت چاہتے ہیں کہ جی میں بڑا مجبور ہوں آپ اجازت دیں میں سود لے لوں۔ میں کون ہوتا ہوں اجازت دینے والا‘ اللہ اور اللہ کے رسول تو اعلان جنگ فرما رہے ہیں اور تم اتنے سادہ ہو کہ مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ حرام ہی کھانا ہے تو سیدھے سیدھے کھاؤ دوسرے کے کندھے پر بندوق رکھ کر کیوں کھاتے ہو! لوگوں کا قصور بھی نہیں ہے۔ ہمارے بعض حضرات ایسے ہیں جو اجازت دیتے بھی ہیں۔ فتوے مل جاتے ہیں‘ خریدے جا سکتے ہیں‘ وہ کہتے ہیں کھاؤ‘ پیو‘ ہمیں بھی دو۔ یاد رکھیے! بنیادی کام اسلام نے جو کیا عقیدے کے بعد اسلام میں داخل ہونے کے بعد لا الہ اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے اور قبول کرنے کے بعد پہلا نظام معاشی نظام تھا اور اُس معاشی نظام کی بنیاد اس بات پر رکھی کہ سود ختم کر دیا۔ سود ختم ہونے سے معیشت پر کیا اثر پڑے گا؟

سود جب ختم ہو جائے گا تو جو لوگ اپنی رقوم سود پر دے کر اور سود کھا کر گزارہ کر رہے ہیں انہیں سود ملنا بند ہو جائے گا تو وہ اپنی رقوم مارکیٹ میں لائیں گے‘ وہ خرید و فروخت کریں گے‘ وہ تجارت کریں گے‘ وہ کوئی

کارخانہ بنائیں گے انہیں پتہ ہوگا کہ سود تو نہیں ملنا اب اس رقم کو پڑے پڑے کھاتے رہیں گے تو ختم ہو جائے گی تو اسے کہیں خرچ کیا جائے اور ایسی جگہ خرچ کیا جائے۔ جہاں سے آمدن ہو۔ اب جہاں وہ اپنی آمدن کے لئے خرچ کریں گے وہاں سینکڑوں دوسرے کارکن انہیں چاہیے ہوں گے وہ کاروبار چلانے کے لئے وہ کارخانہ چلانے کے لئے خرید وفروخت کے لئے، تجارتی قافلے لانے اور لیجانے کے لئے اونٹ کرایہ پر لیں گے یا خریدیں گے مزدور رکھیں گے یا ملازم رکھیں گے تو ہوگا یہ اُس دولت کے جو ثمرات ہیں وہ معاشرے میں تقسیم ہوں گے اور وہ لوگ جن کے پاس سرمایہ سرے سے نہیں ہے۔ وہ وہاں کوئی ملازم ہو جائے گا کوئی مزدوری کرلے گا، کوئی چیز بیچ لے گا تو سرمایہ ان تک بھی منتقل ہوگا۔ یعنی اسلام کا اصول یہ ہے کہ سرمایہ صرف امراء میں مرتکز نہ ہو جائے، ایک جگہ جمع نہ ہو جائے بلکہ معاشرے میں چلتا پھرتا رہے۔ سرمایہ جو ہوتا ہے یہ اس طرح ہوتا ہے جس طرح بدن میں خون ہوتا ہے اگر خون ایک جگہ جمع ہو جائے اور باقی بدن خالی رہ جائے تو بندہ مر جائے گا، ختم ہو جائے گا، اسی طرح معاشرے میں دولت کا ارتکاز یا کسی ایک جگہ جمع ہونا جو ہے یہ معاشرے کی موت کا سبب بن جاتا ہے۔ معاشرے جب مرتے ہیں تو معاشرے کی موت یہ ہوتی ہے کہ بنیادی طور پر اخلاقیات کا جنازہ نکل جاتا ہے یہ معاشرے کی موت ہے۔ یعنی حدود وقیود یا عزت نفس یا آبرو یہ لفظ اُڑ جاتے ہیں پھر صرف پیسے لینے کے لئے یا زندہ رہنے کے لئے لوگ آبرو بیچتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر لوگ چوری کرتے ہیں، اُس سے بڑھ کر پھر لوگ ڈاکہ ڈالتے ہیں، اُس میں قتل وغارت گری ہوتی ہے، یہ ساری چیزیں تب پیدا ہوتی ہیں جب ارتکاز دولت ہو جاتا ہے، چند ہاتھوں میں دولت جمع ہو جاتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پورا معاشرہ بربادی کا شکار ہو جاتا ہے جسے آج کی جدید زبان میں ''دہشت گردی'' کہا جا رہا ہے اور جسے گولیوں سے روکنے کی کوشش کی جارہی ہے یہ گولی سے نہیں رکے گی اس کا روکنا آج معاشی انصاف پر منحصر ہے! کوئی بھی بندہ جسے روزگار ملے گا۔ دو وقت کا کھانا ملے گا، بچوں کے لئے روزی ملے گی، آبرو کے ساتھ ملے گی وہ جرم کرنے نہیں جائے گا اور کوئی اتنا ہی گیا گزرا ہے، اتنا سی مسخ شدہ مزاج ہے جس کا کہ ہر چیز ہوتے ہوئے جرم کرلے گا تو اس کے لئے عدل ہے وہ عدالت سے سزا پائے گا اور دوسروں کے لئے بھی باعث عبرت بن جائے گا تو اسلام نے بنیاد معاشی نظام پر رکھی اور معاشی نظام میں سب سے بنیادی تبدیلی یہ کی کہ سود یکسر حرام ہی نہیں کردیا بلکہ سود لینے والوں کے ساتھ اعلان جنگ فرمادیا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے!

اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے کیا پتھر پھینکے جاتے ہیں، تلوار چلائی جاتی ہے یا گولیاں برسائی جاتی ہیں نہیں، اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ جب جنگ ہوتی ہے تو انسان کی انسانیت تباہ ہونا شروع ہو جاتی ہے، ہم اپنے برابر والے سے لڑتے ہیں تو جسم، جسموں کو مارتے ہیں ایک دوسرے پر گولی چلاتے ہیں جسمانی موت واقع ہو جاتی ہے لیکن جب جنگ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہوتی ہے تو جسم چلتا پھرتا رہتا ہے روحیں لڑتی ہیں۔ ایسا عذاب الٰہی آتا ہے ایسا غضب الٰہی آتا ہے کہ ارواح مر جاتی ہیں اور زندہ انسان کا بدن اُس کی روح کی قبر بن جاتا ہے۔

اُس میں پھر کوئی رحم کا جذبہ نہیں رہتا، اُس میں کوئی اخلاقیات نہیں رہتی۔ اُس میں ایمان نہیں رہتا۔ اُس سے کسی بھی جرم کی توقع کی جا سکتی ہے۔ انسان، انسان نہیں رہتا اژدہا بن جاتا ہے، درندہ بن جاتا ہے، وحشی ہو جاتا ہے اور جو کچھ آج ہمارے اردگرد ہو رہا ہے۔ جس میں آج ہم قومی طور پر مبتلا ہیں یا عالم انسانیت اجتماعی طور پر مبتلا ہے۔ ان جرائم کی بنیاد یہ ہے کہ انسانی معاشروں نے اللہ اور اللہ کے رسول کے

ساتھ اعلان جنگ کر رکھا ہے اور وہ اس میں شکست کھا رہے ہیں' ارواح مر رہی ہیں' اخلاقیات مر رہے ہیں' ایمان مر رہے ہیں' یقین مر رہا ہے اور بندہ بظاہر دنیوی حیات جیتا بندہ درندہ بنتا جا رہا ہے اور جس کے پاس جتنی زیادہ طاقت ہے وہ اتنا زیادہ انسانی خون بہا رہا ہے۔ طاقت اللہ کی امانت ہوتی ہے اور بندوں دی جاتی ہے انصاف قائم کرنے کے لئے لیکن آج دیکھ لیں کہ جس حکومت' جس ملک' جس قوم میں جتنی طاقت ہے وہ اتنی زیادہ خونریزی کر رہا ہے۔ کیوں؟ اُس کے اندر کا انسان مر چکا ہے۔ یہ لاکھوں انسانوں کی موت پر انہیں کوئی شرم نہیں آتی' کوئی احساس نہیں ہوتا۔ جو خبریں میں اور آپ سنتے ہیں تو لرز اٹھتے ہیں تو اس سے زیادہ جو کچھ حقیقتاً وقوع پذیر ہو رہا ہے' ہمیں اس کا پتہ نہیں ہوتا لیکن مارنے والوں تک تو وہ اندر کی باتیں بھی جاتی ہیں تو کیا یہ انسان ہیں کہ روزانہ اتنے انسانوں کا' اپنے اور بیگانوں کا دونوں کا خون کرتے ہیں اور مزے سے کھاتے پیتے ہوتے ہیں' خوش رہے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے انسانیت جا چکی ہے۔ یہ جنگ ہار گئے ہیں' ان کے اندر کا انسان قتل ہو گیا ہے اس جنگ میں جو انہوں نے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے ساتھ چھیڑی ہے اُس میں ان کے اندر کا انسان قتل ہو گیا ہے۔ اب یہ محض درندے رہ گئے ہیں اور درندہ تو خون پی کر سیراب ہوتا ہے' مزے سے سوتا ہے یہی حال ان کا ہو گیا ہے!

تو اسلام نے اس بات پر بنیاد رکھی کہ اگرچہ سود رقم دگنی کر دیتا ہے' چوگنی کر دیتا ہے اور کرنا کچھ بھی نہیں پڑتا لیکن یہ چونکہ قومی زندگی کے لئے سم قاتل ہے لہٰذا یہ حرام ہے۔ بڑا آسان سا اصول ہے فقہ کا کہ رقم خرچ کی جائے اور اس پر منافع اور نقصان دونوں کے چانسز ہوں' دونوں کا احتمال ہو' نفع بھی ہو سکتا ہے' نقصان بھی ہو سکتا ہے یہ تجارت ہے۔ رقم دی جائے نقصان کا اندیشہ ہو اور نفع یقینی ہو۔ ہم نے کسی کو رقم سود پر دی اور وہ مر گیا اُس کے آگے پیچھے بھی کوئی نہیں تو نقصان تو ہو گیا لیکن یہ احتمال کی حد پر ہے یقین اس بات پر ہے کہ وہ زیادہ لوٹائے گا یہ سود ہے اور جس میں نفع کا احتمال ہو لیکن نقصان یقینی ہو جیسے آپ لاٹری میں ۱۰ روپے یا ۵۰ روپے دیتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ لاکھ روپے کا انعام نکل آئے لیکن یہ یقینی ہوتا ہے کہ یہ دس روپے گئے ہی گئے اور وہ چانس جو ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے انعام نکل آئے یہ جواء ہے نقصان یقینی' نفع کی امید ہو یہ جواء ہے۔ نفع یقینی نقصان کا اندیشہ ہو یہ سود ہے۔ نفع اور نقصان دونوں کا احتمال ہو یہ تجارت ہے۔ سادہ سا اصول ہے اور ہر آدمی اُس کو سمجھ سکتا ہے۔ کوئی ضروری نہیں کہ ہم کسی سے پوچھنے جائیں۔ سادہ سا قانون ہے کہ نفع اور نقصان کا برابر احتمال ہو تو تجارت' نقصان یقینی' نفع موہوم ہو یہ جواء ہے' نفع یقینی' نقصان موہوم ہو یہ سود ہے اور سود ہمیشہ غریب کی رگ جاں سے خون نکال کر امیر کو امیر تر کرتا ہے۔

ہم نے جو کوشش کی تھی اور جس کو ہر ایک نے اپنی دانست کے مطابق لیا اور یہ کہا گیا کہ انہوں نے حکومت سے بغاوت کر دی اور حکومت سے لڑنا چاہتے تھے۔ بات جو اُس وقت کہی گئی وہ بھی یہی تھی اور جو آج کہتے ہیں وہ بھی یہ ہے کہ جب حکومت نے اعلان کیا کہ ہم نیا نظام لانا چاہتے ہیں تو ہم نے یہ گزارش کی تھی کہ نظام تو حکومت اپنی مرضی کا لائے گی لیکن چونکہ ہم پر نافذ ہو گا تو ہماری گزارش یہ ہے کہ ہماری بات بھی مشورے کے طور پر صحیح طرح سنی تو جائے اور اگر آپ نہیں سنیں گے تو ہم اسلام آباد آ کر سنائیں گے آپ کو سننا ہو گی۔ الحمد للہ حکومت کو احساس ہوا ساری تحقیق کے بعد انہیں احساس ہوا کہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ ان کا مقصد بھی ہے یہ کوئی سیاسی ایجنڈا نہیں ہے یہ کوئی شو نہیں بنا رہے ہے تو حکومت کے ارکان یہاں تشریف لائے اور بنیادی سوال یہی تھا کہ آپ اگر کہتے ہیں کہ نظام اسلامی ہو تو اُسے کہاں سے

شروع کیا جائے اور کیسے شروع کیا جائے۔ اُسمیں شیعہ ہے' سنی ہے' دیو بندی ہے' بریلوی ہے' فلاں ہے' فلاں ہے' کتنی طرح کے فقے ہیں' کتنی طرح کی آراء ہیں لوگوں کی یہ کہاں سے شروع کیا جائے۔ تو ہم نے کہا کہ کوئی کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو قرآن کے اس اصول پر سارے متفق ہیں کہ سود حرام ہے تو آپ سودی نظام کو ختم کر دیں' تو کہا گیا کہ یہ نہیں ہو سکتا ایک بین الاقوامی سسٹم ہے تو ہم نے کہا کہ آپ فی الحال بین الاقوامی نظام کو نہ چھیڑیں آپ کا جو ڈومیسٹک ہے جو ملک کے اندر نظام ہے اُسے تبدیل کریں۔ اگر ملک کے اندر ایک بلاسودی نظام آ گیا تو اللہ آپ کو اتنی قوت دے گا کہ آپ کو بین الاقوامی طور پر سود لینے کی ضرورت نہیں رہے گی' بلکہ جو سودی رقوم ہیں وہ ملک واپس کر دے گا' آئندہ سود نہیں لے گا اور اس طرح آپ بین الاقوامی سود سے بھی نکل جائیں گے۔ بہر حال اس پر کمیٹی بنی اس میں حکومت کے وزراء بھی شامل تھے' صدر مملکت بھی اُس میں تشریف لائے' رفیق تارڑ صاحب اُس وقت صدر تھے اور وزیر مذہبی امور ڈاکٹر محمود غازی تھے' وہ بھی تشریف لائے' ہمارے ارکان بھی گئے' بینک کے ذمہ داران بھی تشریف لائے اور دو تین مہینے یہ بحث چلتی رہی کہ بنک تو بغیر سود کے نہیں چلتے۔ اس پر میں نے عرض کی تھی کہ آپ جب سے پاکستان بنا ہے آج تک جتنا سود بنکوں نے وصول کیا ہے وہ رقم جمع کر لیں لیکن اس کے ساتھ جتنے اُدھار بنکوں نے آپ کے وزیروں کو' آپ کے اراکین سلطنت کو' وڈیروں کو دیئے اور وہ قرضے معاف کر دیئے گئے وہ رقم بھی جمع کریں تو وہ رقم جو بنک نے معاف کی اُس سود سے کئی گنا زیادہ بنتی ہے جو اس نے سود لیا۔ اس کا مطلب ہے کہ بینکوں کو تو دیوالیہ ہو جانا چاہیے تھا لیکن ایک عام برانچ کا منیجر ۳۵ ہزار روپے ماہانہ تنخواہ لے رہا ہے' اُسے گاڑی بھی ملی ہوئی ہے' اُس کا خرچ اُسے بینک دے رہا ہے' اس کا مطلب ہے کہ بینکوں کے پاس بے حساب پیسہ ہے کہ وہ سارے قرضے معاف کر کے جتنا سود لیا تھا اُس سے زیادہ قرضے معاف کر کے پھر بھی بینک کے ملازم اتنے خوشحال ہیں' چوکیدار ۱۵ ہزار روپے تنخواہ لے رہا ہے تو یہ سرمایہ بینک کے پاس کہاں سے آتا ہے۔ بنیادی طور پر بینک کے پاس جو سرمایہ ہوتا ہے وہ عامتہ الناس کا ہوتا ہے' بنک اُس سے جو پراجیکٹ چلاتے ہیں یا تجارتی منصوبے چلاتے ہیں اُس سے جو اربوں کی آمدنی ہوتی ہے بینک اُس پہ چل رہے ہیں۔ اب جن لوگوں کا سرمایہ ہے انہیں ۴ فیصد سود دے دیا جاتا ہے اور وہ حرام ہے اور اگر آپ نفع و نقصان کی بنیاد پر لے آئیں اور بینک اپنے سروسز چارجز نکال لے' اپنے اخراجات نکال لے اور پھر آپ منافع تقسیم کریں تو پھر بھی کم از کم ۲۵ فیصد سے زیادہ حصہ پہنچتا ہے اور وہ حلال ہوتا ہے جس کا سرمایہ ہے اُسے ۲۵ فیصد سے ۳۰ فیصد تک منافع ملتا ہے جو حلال ہے اور آپ اُسے چار فیصد دیتے ہیں جو حرام ہے اور باقی سارا بنک رکھ لیتا ہے' اسی لئے تو بنک عیاشی کر رہے ہیں' چنانچہ اس پر بہت بات ہوئی' اس کے بعد افغانستان میں امریکہ کی مداخلت اور پھر ہمارے ملک کا تعاون اور یہ پھر نئی نئی باتیں آ گئیں اور وہ بات Delay ہوتی رہی لیکن الحمدللہ سارا نظام ختم نہ کرنے کے باوجود حکومت نے بلاسود بینکاری کا شعبہ نہ صرف جاری کر دیا بلکہ اب ہر بنک کو حکم دے دیا گیا ہے کہ وہ اپنا ایک شعبہ بلاسود بینکاری کا شروع کریں۔ بہت سی سیاسی جماعتوں نے اور بہت سے حضرات نے اس کا کریڈٹ لینے کی کوشش کی لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ آج تک نہ انہوں نے اس کا مطالبہ کیا نہ اس بات پر حکومت سے مذاکرہ کیا اور نہ بلاسودی بینکاری کو منافع بخش ثابت کیا تو پھر ان کو کریڈٹ کیسے جا سکتا ہے۔ ابھی یہ بات ختم نہیں ہوئی یہ بات چل رہی ہے وہ کمیٹی جو حکومت نے بنائی تھی ڈاکٹر محمود غازی وزارت سے تو چلے گئے لیکن اُس کمیٹی کے اب تک ممبر ہیں اور وہ کمیٹی ابھی تک کام کر رہی ہے کہ

اس نظام کو کیسے بہتر بنایا جائے۔ اب اس کے بعد گیند تھی عوام کی کورٹ میں، باری تھی عامتہ الناس کی اور کلمہ گو مسلمانوں کی، اب حق یہ تھا کہ ایک شعبہ بلاسود اگر شروع کیا گیا تو حق یہ بنتا تھا کہ ہر بندہ اپنا سرمایہ سود سے نکال کر بلاسود اکاؤنٹ میں رکھتا اور سودی کھاتہ خود بخود بند ہو جاتا لیکن لوگ حج کرتے ہیں ہر سال عمرے کرتے ہیں، خیراتیں دیتے ہیں، جانور ذبح کرتے ہیں، دیگیں پکاتے ہیں، قرآن کے ختم پڑھاتے ہیں لیکن سود سے باز نہیں آتے۔ آج بھی بلاسودی نظام کے پاس سرمایہ نہ ہونے کے برابر ہے اور اس نظام کے فیل ہونے کا ڈر ہے اور سودی نظام میں سب نے اپنا سرمایہ لگا رکھا ہے۔

اسلام نے بنیادی طور پر سود کو قطعاً حرام قرار دے دیا بلکہ یہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے ساتھ اعلان جنگ قرار دے دیا۔ ہاں یہ فرمایا کہ جس دن حرام ہوا ہے اس پہلے جو لے چکے ہیں وہ معاف کر دیا لیکن آئندہ کسی کے پاس لینے کی کوئی گنجائش نہیں پھر اس کے ساتھ لین دین کے اصول اور قوانین وضع فرمائے اب آپ کا ''سٹاک ایکس چینج'' جو ہے اس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں اور یہ اتنا طاقتور ہو چکا ہے کہ ملکی حالات اور حکومت تک کو کنٹرول کرتا ہے۔ سٹاک ایکس چینج کیا ہے؟ آپ نے حصص خریدے کوئی چیز آپ کے قبضے میں نہیں آئی، آپ نے زبانی خریدے اور زبانی بیچ دیئے اور جو چیز محض کاغذات میں، محض خیالوں میں ہو، آپ خریدتے ہیں اُس پر آپ کا قبضہ نہیں ہوتا وہ بیع مکمل ہی نہیں ہے۔ ایک چیز آپ نے خریدی اُس پر آپ کا قبضہ ہی نہیں ہوا تو بیع مکمل نہیں ہوگی۔ بیع مکمل تب ہوتی ہے جب بیچنے والا قیمت وصول کر لے، خریدنے والا اپنی چیز وصول کر لے تو بیع مکمل ہوتی ہے۔ اب ایک شخص نے حصے بیچے، آپ نے خریدے، نہ اُس نے آپ کو کچھ دیا نہ آپ نے اُس سے کچھ لیا اور پھر آپ نے حصے بیچ دیئے اب پتہ نہیں وہ حصے ہیں کہاں، کیا ہیں، کیا چیز ہیں، کس کے حصے خریدے، کیا کچھ ہوا۔ تو یہ جو موہوم تجارت ہے یہ حرام ہے۔ اب اس میں بھی غریبوں کے ڈوب جاتے ہیں، ارب پتیوں کے نہیں ڈوبتے۔ یعنی آپ اس میں بھی دیکھیں کہ جو ارب پتی ہیں وہ کماتے ہیں اور جو پانچ ہزار یا پانچ لاکھ لگاتا ہے اُسے کہا جاتا ہے کہ تم فارغ ہو، تمہارا حصہ ختم ہو گیا، اتنا نقصان ہو گیا۔ اگر کوئی چیز موجود تھی تو نہ اُسے خریدا، نہ اُسے بیچا، سارا فرضی فرضی کام تھا پھر بھی اُس میں نقصان ہو گیا، فرضی اُس میں منافع ہو گیا۔ تو اس مفروضے نے پوری معیشت کو اس طرح جکڑ رکھا ہے کہ آج کی حکومتیں بھی مجبور ہیں کہ سٹاک ایکس چینج والے انہیں مختلف اقدامات پہ مجبور کر دیتے ہیں اور ایک موثر ذریعہ ہے حکومتوں کو موڑنے کا اور راستے دکھانے کا۔ یہ سارا جواء ہے اور حرام ہے۔ اس میں جتنے لوگ پھنستے ہیں جو بیچارے مفلوج ہو کر رہ جاتے ہیں، برباد ہو کر رہ جاتے ہیں اور زندگی بھر کے لئے سرمایہ کھو بیٹھتے ہیں اور کبھی کسی ارب پتی کو نقصان نہیں ہوتا بلکہ انہی کے قبضے میں رہتا ہے جب چاہیں مارکیٹ ڈاؤن کر دیں جب چاہیں مارکیٹ کو اوپر کر دیں۔ ہمارا تو بڑا مزے کا ملک ہے، مہنگائی کے بارے سپریم کورٹ میں کیس تھا، سپریم کورٹ نے پوچھا یہ مہنگائی کہاں سے شروع ہوئی اور کس نے کی۔ تو کہا گیا کہ یہ شروع تو ہوئی تھی کہ سب سے پہلے چینی مہنگی ہوئی اور پھر ساری چیزیں مہنگی ہوتی چلی گئیں تو عدالت اُس کی طرف سے پوچھا گیا کہ یہ چینی کس نے مہنگی کی تھی۔ بتایا گیا کہ نیب والے تحقیقات کر رہے تھے، نیب کو سپریم کورٹ طلب کیا گیا کہ بتاؤ چینی کی مہنگائی کی بنیاد کس نے رکھی تھی۔ انہوں نے آٹھ دس نام گنوائے جن میں میاں نواز شریف بھی تھے، میاں شہباز شریف صاحب بھی تھے چودھری شجاعت حسین صاحب تھے، ہمایوں اختر بھی تھے اسی طرح کے جتنے نام تھے وہ یا تو حکومت کر رہے ہیں یا حکومت میں آنے کے امیدوار ہیں۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اس کی بنیاد

رکھی اور پورے ملک کو تباہی میں دھکیل دیا اور چند خاندان امیر سے امیر تر بلکہ امیر ترین ہو گئے۔ تو یہ جو معیشت ہے اس کا مدار نہ صرف انسان کی مادی زندگی پر ہے بلکہ یہ متاثر کرتی ہے اُس کے کردار کو اُس کے اخلاق کو اور اخلاق کی ایمانیات کو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایسا زمانہ آئے گا کہ جو لوگ سود سے بھاگیں گے اُن کے حلق تک بھی سود کی گرد پہنچے گی۔ آج وہی زمانہ ہے جو لوگ سود نہیں کھانا چاہتے انہیں ملک میں تو رہنا ہے اور ملک کا سارا نظام سودی ہے اور سود کی گرد کسی نہ کسی طرح، کسی حوالے سے ان کے حلق سے بھی اُتر رہی ہے۔

اسلام نے جو معاشی نظام دیا اُس میں کوئی بھی طریقہ جو دوسروں کے حقوق کے استحصال کا تھا وہ حرام قرار دے دیا حتیٰ کہ لین دین میں نبی کریم ﷺ بازار سے تشریف لے جا رہے تھے تو آپؐ سے دیکھا کہ ایک صحابیؓ نے گندم کا ڈھیر لگا رکھا ہے اور بڑے صاف ستھرے اور چمکدار دانے ہیں، حضور ﷺ قریب تشریف لے گئے اور اُس ڈھیر میں دست مبارک ڈالا تو جب ہاتھ مبارک آپؐ نے ڈالا تو تو اُس سے آپ کو نمی اور ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ اندر سے تو گیلی لگتی ہے۔ صحابیؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ گندم کو صاف کرنے کے لئے اسے پانی سے نکالا گیا ہے فرمایا یہ بات گاہک کو بتانا یہ نہ ہو وہ باہر کے خشک دانے دیکھ کر سودا کر لے اور اُس کے حصے میں وہ دانے بھی آئیں جن میں نمی باقی ہے۔ جو خریدے اُسے بتانا کہ ڈھیر میں ہاتھ ڈال کر دیکھ لو کہ کچھ دانوں میں معمولی نمی بھی باقی ہے، پھر سودا کرنا۔

اب اگر معاملہ اس حد تک نازک ہے تو بیچنے اور خریدنے والے دونوں کے حقوق کا تحفظ ہو گیا۔ اسی طرح ذخیرہ اندوزی کو حرام قرار دے دیا ذخیرہ اندوزی ان اموال میں ہوتی ہے جو انسانی زندگی کے لئے ضروری ہیں مثلاً گندم میں، چینی میں دالوں میں ان چیزوں میں جو روزمرہ کھائی جاتی ہیں۔ کوئی انہیں لے کر ذخیرہ کر لیتا ہے اس لئے کہ مہنگی کر کے بیچوں گا تو یہ حرام ہے۔ مزے کے بات یہ ہے کہ جو لوگ اس کا اطلاق کرنا چاہتے ہیں وہ اگر کوئی بھوسہ بھی خریدے تو کہتے ہیں کہ تم ذخیرہ اندوزی کر رہے ہو۔ حالانکہ بھوسہ انسانوں کے کھانے کے کام نہیں آتا اور جو نہیں کرتے وہ کھانے میں بھی کرتے رہتے ہیں ان میں افراط و تفریط آ گئی ہے۔ اسلام میں بنیادی طور پر تجارت میں چیزوں کو روک کر، مہنگا کر کے بیچنا حرام قرار دے دیا ہے۔ آپ نے چیز خریدی ہے، مارکیٹ میں جو منافع مل رہا ہے اُسمیں بیچیں اور پھر تجارت کا اصول بھی یہ ہے کہ آپ کو جتنا کم منافع مل رہا ہے آپ بیچیں اور آپ کی چیزیں زیادہ بکیں گی تو روک کر بیچنے سے جو منافع حاصل ہوگا مسلسل چیز کے بکنے سے تھوڑا تھوڑا کر کے اُس سے زیادہ ہو جاتا ہے اور معاشرے میں خرابی بھی نہیں آتی، کسی کو تکلیف بھی نہیں ہوتی، مہنگائی بھی نہیں بڑھتی اور منافع بھی آ جاتا ہے اگر ایک چیز آپ چھ مہینے تک روکے رکھیں گے تو اگر اُسے چھ مہینے بیچتے رہیں اور نئی خریدتے رہیں تو منافع جو چھ مہینے بعد روک کر آپ کو ملنا ہے وہ چھ مہینے میں تھوڑا تھوڑا کر کے اُس سے زیادہ مل جاتا ہے۔

پھر ہر جرم پر کفارے کا تصور دیا روزہ نہیں رکھ سکتا، معذور ہے کفارہ ادا کر دو۔ کوئی غلطی ہوگئی صدقہ دیں کفارہ ہو جائے گا۔ ایک اور نظام دیا دنیا کے کسی نظام میں کمانے کی حدود متعین ہیں کہ اس طرح کما سکتے ہو۔ چوری نہیں کرو گے، جھوٹ نہیں بولو گے، ڈاکہ نہیں ڈالو گے۔ کمانے کے بعد حکومت کو چلانے کے لئے ٹیکس دینے پڑتے ہیں چونکہ جس ادارے نے ملکی نظام چلانا ہے اُس کے اخراجات اہل ملک نے ہی پورے کرنے ہیں وہ ٹیکس دینے کے بعد جو بچ رہتا ہے وہ اُس بندے کا اپنا ہے چاہے آگ لگا دے، پھونک ڈالے، کھائے، پیئے، جہاں چاہے اور جیسے چاہے خرچ کرے، عیاشی کرے، غلط جگہ خرچ کرے، صحیح جگہ خرچ کرے کوئی نہیں پوچھتا۔ اسلام نے اس کو آزاد

نہیں چھوڑا۔ جہاں کمانے کے طریقے متعین فرمائے ہیں اور ہر غلط طریقے سے روک دیا ہے وہاں خرچ کرنے کے بھی طریقے متعین کر دیئے ہیں اور ہر غلط طریقے کو روک دیا ہے اور اسراف سے بھی منع فرما دیا ہے کہ پیسہ ضائع مت کرو یہ تمہارے باپ کا نہیں ہے یہ اللہ کی امانت ہے' ضرورت پوری کرو' ضائع نہ کرو۔ اس کے بعد بھی بچ رہتا ہے تو واحد اسلامی معاشی نظام ہے جس نے سرمایہ کو واپس معاشرہ میں لانے کے لئے زکوۃ فرض کر دی ہے ڈھائی فی صد سالانہ جو سرمایہ سال بھر محفوظ رہتا ہے' اُس کی ضرورت پیش نہیں آتی اُس میں سے ڈھائی فی صد واپس غرباء کو دے دیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ڈھائی فیصد دے گا تو چالیس سال میں وہ سارا پیسہ واپس معاشرہ میں ''سرکولیٹ'' کرے گا۔ دنیا کے کسی نظام کے پاس ''سرپلس سرمایہ'' کو واپس معاشرے میں سرکولیٹ کرنے کا کوئی نظام نہیں ہے۔ سو اسلام نے یہ معاشی نظام دیا ہے کہ جو سرمایہ بہرحال بچ رہتا ہے وہ بھی واپس آئے' معاشرے میں گردش کرے اور کوئی بندہ اُسے بچا کر بیٹھا رہے اور ڈھائی فیصد سالانہ دیتا رہے تو چالیس سالوں میں اُس کے پاس کچھ بھی نہیں رہے گا۔ وہ سارا واپس آ جائے گا۔ اس لئے وہ خود بخود اس سرمایہ کو بچا کر نہیں رکھے گا جب زکوۃ دے گا تو وہ تو یہ سمجھے گا کہ یہ تو کم ہو رہا ہے اسکو خرچ کرنا چاہئے' اس سے مزید کمانا چاہئے اس سے سرمایہ خود معاشرے میں گردش کرے گا۔

معاشرے میں ایک حصہ ایسے لوگوں کا ہوتا ہے جو ناکارہ ہوتے ہیں' معذور ہوتے ہیں' کچھ کر نہیں سکتے۔ جسمانی طور پر معذور ہوتے ہیں' دماغی طور پر معذور ہوتے ہیں' اسباب و ذرائع اُن کے پاس نہیں ہوتے' سفر میں ہوتے ہیں پاس کچھ نہیں ہوتا' قید ہو جاتے ہیں بے بس ہو جاتے ہیں' کچھ کر نہیں سکتے۔ وہ زکوۃ کا جو ٹیکس تھا اُسے اُن پر خرچ کرنے کا حکم ہے۔ یہ بڑی مزے کی بات ہے کہ جو نظام اسلام نے زندگی کے لئے دیئے اُن کو کافر بھی اپنا لیتا ہے تو دنیوی فائدہ اُسے بھی ہوتا ہے جیسے کافر کو دوا دیں تو وہ صحت مند ہو جاتا ہے' اچھی غذا دیں تو اُس کی بھی بھوک مٹ جاتی ہے' آخرت کا اجر اپنی جگہ اور مغربی اقوام نے جتنے شعبوں میں ترقی کی ہے وہاں انہوں نے یہی قانون اپنائے ہیں۔

میرے ایک دوست ہوتے تھے وہ سیشن جج ہوتے تھے سرگودھا پھر وہاں سے تبدیل ہو کر یہاں ہمارے پاس چکوال بھی سیشن جج ہی رہے' ریٹائرمنٹ کے قریب تھے' بزرگ آدمی تھے ایک محفل میں مجھے بتانے لگے کہ جب میں لاء پڑھتا تھا برطانیہ میں تو ایک بہت بوڑھا پروفیسر ہوتا تھا ہمارا جب ہم فارغ ہوئے تو ہم چار پانچ لڑکے تھے ہم اُس سے ملنے اُس کی رہائش گاہ پر گئے تو وہ بڑا حیران ہوا اور اُس نے پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو۔ ہم نے کہا کہ ہم آپ سے ملنے اور آپ کا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں کہ آپ نے ہماری بہت اچھی طرح تربیت کی' ہمیں پڑھایا تو آج ہم فارغ ہو کر وطن واپس جا رہے ہیں تو ہم نے کہا کہ آپ سے ملیں اور آپ کا شکریہ ادا کریں۔ وہ کہنے لگا کہ یہ بات صرف مسلمانوں میں ہے اور کوئی ملنے نہیں آیا۔ پڑھایا تو سب کو ہے اور پھر اُس نے بتایا کہ جب بادشاہ نے ارادہ کیا تھا کہ ریاست کو ویلفیئر سٹیٹ بنایا جائے' اس میں غریب غربا' یتیم محتاج' مساکین کے تعلیم اور علاج معالجے کے لئے کچھ کیا جائے تو اس نے بتایا کہ اُس کمیٹی کا ممبر میں بھی تھا جس نے ویلفیئر کا نظام اور سسٹم ترتیب دیا تھا اور اُس نے کہا کہ ہم نے یہ سارا نظام قرآن و سنت سے لیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ قرآن میں زکوۃ فرض تھی اور دیگر صدقات نافلہ' قربانی کے چمڑے جن پر آج علماء لڑتے ہیں کہ اُس نے چھین لی' اُس نے چھین اور انعام دیا جاتا ہے کہ یہ فرسٹ آیا ہے چمڑے جمع کرنے میں یہ مولویوں کا حق نہیں یہ غریبوں کا حق ہے' اسی طرح زکوۃ صدقات

جتنے تھے اسلام نے وہ جمع کئے اور ہم نے انکم پر ایک ٹیکس تجویز کر دیا صرف سرمایہ وصول کرنے میں اختلاف ہے' خرچ کرنے میں وہی قوانین ہیں جو اسلام نے دیئے اور قرآن وسنت سے رہنمائی ملی اُس پر ہم نے ویلفیئر کا نظام بنا کر بادشاہ کو دے دیا' اُس نے ملک پر نافذ کر دیا۔ آج بچہ پیدا ہوتا ہے تو زچہ بچہ کے علاج کی ذمہ داری حکومت پر ہے' بیروزگار ہو جاتا ہے تو بیروزگاری الاؤنس ملتا ہے' کسی کے پاس گھر نہیں ہے تو اُسے جو کمیٹی ہے محلے کی یا شہر کی وہ گھر بنا کر دیتی ہے تو یہ ساری چیزیں وہاں سے آئیں اور میرے ایک دوست اب بھی وہ لاہور میں ہیں وہ سترہ سال تک وہاں اکاؤنٹ میں کام کرتے رہے وہ بتاتے ہیں کہ ہم دفتروں میں جب کام کرتے تھے تو ذاتی زبان میں اس سارے سسٹم کو "The Umar Laws" کہتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے بنائے ہوئے قوانین۔ انگریز بھی اسے "The Umar Laws" کہتے ہیں۔ وہ معاشی نظام دیا کہ جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اس کی ذمہ داری ان پر ہے جن کے پاس سب کچھ ہے۔ وہ کیسے پوری کریں کیا انفرادی طور پر؟ فرمایا نہیں' وہ اپنے صدقات' جو فرض ہیں جیسے زکوۃ یا صدقات نافلہ وہ مرکز کو دیں۔ مرکز کی ذمہ داری ہے کہ اس طرح سے تقسیم کرے کہ ہر مستحق تک اس کا حق پہنچے اور ملک میں' قوم میں کوئی بندہ کسی بندے کے آگے دست سوال دراز نہ کرے' جو محتاج ہیں انہیں مانگنے کی اجازت نہیں ہے' حکومت ذمہ دار ہے کہ ان کا اہتمام اس طرح کرے کہ ان کو دست سوال دراز نہ کرنا پڑے۔ ہمارے ہاں تو بے تحاشا ٹیکسز لگتے رہتے ہیں۔ اب ایک چیز باہر سے آتی ہے۔ میں نے ایک گاڑی باہر سے منگوائی ہے اس پر ٹیکس لگا بندرگاہ پر' جان چھوٹ جانی چاہیے تھی۔ لیکن وہ بندرگاہ کا ٹیکس ہو گیا' اب تیل لینے جائیں تو تیل پر ٹیکس ہے' اُس کا غذات بنوانے جائیں تو کاغذات پر ٹیکس ہے' شہر میں داخل ہوں تو داخلے پر ٹیکس ہے' سڑک پر چڑھیں تو سڑک پہ ٹیکس ہے جائیں گے کہاں! یعنی وہ ٹیکس ساری عمر ایک چیز کا دن میں کتنی دفعہ دیں گے۔

یہ اسلام میں حلال نہیں ہے' اسلام میں بنیادی طور پر ٹیکس کی گنجائش ایک دفعہ ہے کہ جو چیز ملک میں داخل ہو' درآمد ہوتی ہے تو حکومت اُس پر جائز اور مناسب ٹیکس لے سکتی ہے اور حکمرانوں کی عیاشی کے لئے نہیں ملکی نظام چلانے کے لئے اس پر دوسری دفعہ ٹیکس لگانا حرام ہے' شرعاً جائز نہیں ہے یہاں ہوتا کیا ہے؟ یہاں تو ایک چیز پر پچاس بار ٹیکس دینا پڑتا ہے بلکہ ہماری معیشت میں Invisible ٹیکسز' نظر نہ آنے والے ٹیکسز کی تعداد 70 فیصد سے زیادہ ہے جو چیز آپ خریدتے ہیں اگر ہم چار روپے کی چیز خریدتے ہیں تو اس میں تین روپے ٹیکسز کے ہوتے ہیں جو کپڑا آپ خریدتے ہیں اُس میں تین حصوں سے زیادہ ٹیکس ہوتے ہیں۔ مثلاً کھیت پر ٹیکس ہے' ڈیزل پہ ٹیکس ہے' ٹریکٹر پہ ٹیکس ہے' بیج پہ ٹیکس ہے' کھاد پہ ٹیکس ہے' اُس سے روئی پیدا ہوئی جب روئی بیچنے جاتے ہیں تو روئی پہ ٹیکس ہے' وہ کارخانے میں جاتی ہے تو کارخانے پہ ٹیکس ہے' اُس سے سوت بنتا ہے سوت پہ ٹیکس ہے' سوت سے کپڑا بنتا ہے کپڑے پہ ٹیکس ہے' کپڑا مارکیٹ میں جاتا ہے تو پچاس طرح کے ٹیکس ہیں گاڑی لے کر آتی تو راستے میں دس جگہ ٹیکس لگتا ہے' دوکاندار پہ ٹیکس ہے تو آپ تک پہنچتے پہنچتے اصل قیمت اگر پندرہ روپے گز ہے تو اُس میں کم از کم بارہ روپے ٹیکسوں کے ہے اصل چیز تین روپے کی ہے تو یہ سبب بنتا ہے مہنگائی کے بڑھنے کا اور غریبوں کے رسوا ہونے کا اور انہیں اپنی حدود میں رکھا جائے تو ایک چیز پر ایک دفعہ ٹیکس لیا جا سکتا ہے' دوسری دفعہ حرام ہے' شرعاً جائز نہیں ہے۔ ہاں ملک میں کوئی ایمرجنسی ہو جاتی ہے جنگ لگ جاتی ہے' کوئی آسمانی بلا ٹوٹ پڑتی ہے' کوئی بیماری آجاتی ہے تو حکومت کے اخراجات اچانک بڑھ جاتے ہیں تو

حکومت مجاز ہے کہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اہل ثروت پر وہ ٹیکس لگائے وہ ٹیکس جمع کرے لیکن اُسے ہمیشہ نہیں رکھ سکتی' جب ضرورت پوری ہو جائے گی تو ٹیکس ختم ہو جائے گا۔ یہاں کیا ہوتا ہے.......... میرے پاس ایک کار ہوا کرتی تھی' امیرکن کار تھی' 8 سلنڈر تھی بہت بڑی گاڑی تھی تو اس وقت گیلن ہوتے تھے۔ یہ لیٹر وغیرہ کا رواج نہیں آیا تھا۔۱۴ گیلن کی ٹینکی ہوتی تھی اور تین روپے لیٹر پٹرول ہوتا تھا تو ۴۲ روپے میں وہ ٹینک بھر جاتا اس وقت یہ بجلی کے پمپ بھی نہیں ہوتے تھے ایک بندہ ہاتھ سے گھماتا رہتا اور پردو گیلن لگے ہوتے تھے ایک بھر جاتا تو دوسرا لگا دیتے۔ ایک دن انہوں نے مجھ سے ایک روپے گیلن زیادہ مانگا۔ میں نے کہا خیر تو ہے رات رات میں ایک روپے گیلن مہنگا ہو گیا' اُس نے کہا کہ ڈھاکہ میں سمندری طوفان آیا ہے' بڑا نقصان ہوا ہے مشرقی پاکستان میں تو ایک روپے گیلن پر حکومت نے ٹیکس لگا دیا ہے اُن کی مدد کرنے کے لئے۔ چار روپے گیلن ہو گیا۔ اب مشرقی پاکستان گیا' ڈھاکہ گیا لیکن ابھی تک پٹرول میں سے ایک روپیہ نکالا کسی نے نہیں۔ یعنی تب سے اب تک کبھی ایک روپے گیلن پر چھوٹ نہیں دی گئی کہ کم از کم وہ ڈھاکہ ٹیکس تو ختم کر دیا جائے۔ یہ جو لوٹ کھسوٹ ہے یہ کہاں جا رہی ہے؟ آپ دیکھ لیں آپ کے صدور کے لئے' وزیر اعظم کے لئے ایک ایک گاڑی اربوں کی آتی ہے' بلٹ پروف ہے' اُس میں وہ سنسر لگے ہوئے ہیں یہ ایک بندے کے تحفظ کے لئے اربوں روپے لگ رہے ہیں اور یہ جو سولہ کروڑ مخلوق ہے اللہ کی یہ فضول ہے یہ مرتے رہیں۔ ہر متنفس کو اتنا ہی تحفظ درکار ہے جتنا صدر مملکت کو ہے۔ ہر متنفس کی جان اتنی ہی قیمتی ہے جتنی وزیر اعظم کی ہے۔ ہر شہری کی جان' مال' آبرو اتنی ہی قیمتی ہے۔ جتنی کسی بڑے سے بڑے شخص کی۔ سب کو تحفظ چاہیے' سب کو عزت نفس چاہیے' سب کی ضروریات پوری ہونی چاہئیں۔ اسلام نے جو معاشی نظام دیا ہے اس کی بنیاد اسی پر ہے' سیدنا فاروق اعظمؓ کو جو کی روٹی طبی طور پر (میڈیکلی) راس نہیں آتی تھی۔ وہ زمانہ ایسا تھا کہ اکثر لوگ جو کھاتے تھے۔ خود نبی کریم ﷺ نے بھی جو کھائے۔ آج کی طرح وہ چھاننیاں' چکیاں' کارخانے نہیں ہوتے تھے بلکہ انہیں رگڑ کر جب موٹا موٹا چھلکا آ جاتا بلکہ سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کسی برتن میں ڈال کر سانس دے کر چھلکے اڑا دیتیں اور باقی کھا لیا جاتا۔ مدینہ منورہ میں گندم کی قلت ہو گئی' عام آدمی کو گندم دستیاب نہیں ہو رہی تھی امیر المومنین نے فرمایا میرا کھانا بھی جو کا پکے گا۔ آپؓ کی صحت خراب ہو گئی۔ طبیبوں نے کہا کہ آپ کے بیمار ہونے سے کیا قحط ختم ہو جائے گا' آپ اپنی صحت کا خیال رکھیں فرمایا جب تک گندم تک عام آدمی کی رسائی نہیں ہو جاتی میں تب تک نہیں کھا سکتا' صحت رہے یا نہ رہے' میری ذمہ داری ہے۔ صحت رکھنا فرض نہیں ہے غریبوں تک اس مال کا پہنچانا فرض ہے حضرت عثمان غنیؓ نے بہت سارا غلہ خریدا اور کئی اونٹ غلے کے لد کر آ گئے شہر کے تاجروں کی بھیڑ لگ گئی کہ جناب ہمیں دیں' ہمیں دیں' کہ تھوک میں خریدیں' پرچوں میں بیچیں کیونکہ غلہ تو مل نہیں رہا۔ تاجروں نے کہا کہ ہم اتنا منافع دیں گے' اتنا دیں گے انہوں نے فرمایا نہیں' میں کم از کم دس گنا منافع پہ بیچوں گا۔ انہوں نے کہا حضرت! دس گنا منافع آپ کو کون دے گا' ایک روپے کے مال پر گیارہ روپے کون دے گا۔ انہوں نے فرمایا میرے پاس خریدار ہے' میرا سودا ہے انہوں نے سارا غلہ اللہ کی راہ میں مدینہ میں بانٹ دیا۔ انہوں نے فرمایا میرے پاس گاہک ہے اور اس کا وعدہ ہے کہ تم ایک دو میں تمہیں گیارہ دوں گا۔ تو کسی بھی قومی زندگی کی بقا حتی کہ ایمان کی بقا کا تعلق بھی معیشت کے ساتھ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا بھوک ایک ایسی بیماری ہے کہ بندے کو ایمان سے بھی خارج کر دیتی

ہے۔افلاس سے بچو، کوشش کرو، محنت کرو، کاروبار کرو، تجارت کرو، مزدوری کرو اور افلاس سے بچو کیونکہ بندہ جب مفلس ہو جاتا ہے تو ایمان بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگوں کا معاشی استحصال کر کے اس دوزخ کا ایندھن نہ بنو جو بنیادی طور پر کافر کے لئے بنائی گئی ہے تمہارے لئے تو بنائی ہی نہیں گئی، بنائی تو کافر کے لئے گئی ہے اگر تم کافرانہ کردار اپنا کر عقیدے سے محروم ہو کر جہنم میں جاؤ گے تو کتنی بڑی بدقسمتی ہے! دوزخ مومن کے لئے نہیں، کافر کے لئے بنائی گئی ہے لیکن اگر تم کافرانہ کردار اپناؤ گے تو آخر وہ تمہارا عقیدہ بھی تباہ کر دے گا اور تم اُس کا ایندھن بن جاؤ گے۔ تو کتنی محرومی ہے کہ جو آگ کافر کے لئے بھڑکائی گئی تھی وہ تمہیں کھا رہی ہوگی۔ سادہ سی بات ہے اطیعوا اللہ والرسول۔ اللہ کی اور اُس کے نبی کی اطاعت کرو۔ اللہ کی اطاعت کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے۔ نبی کریم ﷺ کے احکامات سے باہر مت جاؤ تا کہ تم اللہ کی رحمت کے مستحق قرار پاؤ۔ ساری کی ساری رحمت اتباعِ رسالت پناہی میں ہے۔ اسلام کے معاشی نظام کا یہ ایک مختصر سا خاکہ تھا جو میں نے عرض کر دیا۔ یہ اتنا وسیع مضمون ہے جس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایک مجلس میں کیا۔ سینکڑوں مجالس میں بھی کلی طور پر معاشی نظام کا اور اکنامک سسٹم کا احاطہ ممکن نہیں ہے لیکن اس کے جو بنیادی اصول ہیں وہ میں نے عرض کر دیئے اور میری گزارش یہ ہے کہ اپنی زندگی میں بھرپور کوشش کریں کہ دوسرے کا حق لینے سے بچیں یہ بہت بڑا جرم ہے۔ ہو سکے تو اپنے حقوق لوگوں کو معاف کرتے رہا کریں کہ کہیں بھول چوک سے اگر کسی کا حق آ گیا ہے۔ میں 1950ء سے حکومت کو ٹیکس دے رہا ہوں اُس زمانے میں میرا ''کول مائنز'' کا جو بزنس ہے اُس پر ٹیکس لگا تھا اور تب سے اب تک میں انکم ٹیکس ادا کر رہا ہوں اس کا مطلب ہے کہ حکومت کے نزدیک جو اُمرا کا طبقہ ہے اُس میں میرا نام بھی ہے۔ تب سے لے کر اب تک میرے کسی اکاؤنٹ پر سود نہیں ہے اور مجھے کبھی کمی پیسے کی نہیں آئی۔ میرے ساتھ جو سود پہ جمع کراتے ہیں میں نے انہیں دیکھا ہے کہ میں جا رہا ہوتا ہوں تو مجھے ہاتھ دیتے ہیں کہ ہمیں بھی ساتھ گاڑی پہ بٹھا کر لے جاؤ۔ یعنی سود بھی کھاتے ہیں، نقصان میں بھی جاتے ہیں اور بھوکے بھی رہتے ہیں۔ سود نہ لینے سے پیسہ کم نہیں ہوتا، بڑھتا ہے، اللہ اُس میں برکت دیتا ہے، تجارتی امور بڑھتے ہیں، لین دین بڑھتا ہے۔ اللہ کریم کا یہ شکر ہے کہ ہمارے ہاں سب سے بدنام اور سب سے خراب جو تجارت ہے وہ یہ کوئلے کی ہے کیونکہ اس کی دلالی میں منہ بھی کالا ہو جاتا ہے۔ اچھا اور بُرا ملا کر بیچ دیں گے، مٹی ڈال کر بیچ دیں گے، بتائیں گے، دس ٹن ہے لیکن نو ٹن دے دیں گے۔ اس میں مزدور شروع کرتا ہے بے ایمانی اور پھر مالک سے لے کر بھٹے تک سب بدمعاشی کرتے ہیں۔ اللہ کریم کا احسان ہے کہ کتنے برس ہو گئے۔ پچاس برس سے زیادہ عرصہ ہو گیا، الحمدللہ آج تک کسی نے شکوہ نہیں کیا کہ آپ نے جو مال بھیجا وہ کم تھا یا جو کوالٹی دکھائی وہ نہیں تھی یا نیا پرانا اکٹھا کر دیا۔ ہمارے پاس بھی نیا پرانا ہوتا ہے لیکن ہم نیا علیحدہ بیچ دیتے ہیں، پرانا علیحدہ بیچ دیتے ہیں۔ ہم سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں فرشتے نہیں ہیں لیکن اللہ کریم کا احسان ہے کہ آج بھی مارکیٹ میں بیٹھے ہیں اور مارکیٹ کا بندہ آج بھی ہمارا دامن نہیں پکڑ سکتا کہ جناب آپ نے دھوکہ کیا ہے، یہی اصول ہے تجارت کا، یہی اصول قومی زندگی کا ہے اور یہی معیشت کا بنیادی اصول ہے کہ ہر بندہ اپنا حق لے اور دوسرے کا حق اُس کو دے اور معاشرے میں استحصال نہ کرے۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 24-08-2007

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیمo

والذین اذا فعلوا فاحشه اوظلموا انفسهم ذکر اللہ فاستغفرو الذنوبهم ومن یغفر الذنوب الا للہ ولم بصروا علیٰ فعلوا وهم یعلمونo .... هذا بیان للناس وهدی وموعظته للمتقین ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین.o

سورۃ آل عمران ۱۳۵تا۱۳۹

غلطی اور گناہ

انسان کبھی فرشتہ نہیں ہوسکتا کہ دنیا اور اُسکی ضرورتیں' انسانی نفس اور اُسکی خواہشات پھر بھول چوک اور غلطی یہ سب انسان سے خطا ہو جانے کا سبب بن جاتے ہیں اور اللہ کریم نے یہ شرط بھی نہیں رکھی کہ انسان فرشتہ بن جائے۔ عہد نبویؐ میں کچھ لوگ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ جب ہم آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو کیفیات بالکل مختلف ہوتی ہیں حضور حق نصیب ہوتا ہے اور جب ہم کاروبار کے لئے باہر نکلتے ہیں اور عملی زندگی میں جاتے ہیں تو کہیں نہ کہیں بھول چوک ہو جاتی ہے۔ وہ کیفیت نہیں رہتی جیسی حضوری میں ہوتی ہے تو ایسی دعا عطا فرما دیجیے کہ ہم سے کوئی خطا نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی خطا نہ ہو اور تم اس خطا کے لئے اللہ سے بخشش نہ مانگو اور گڑگڑاؤ نہیں تو اللہ کریم تمہیں اٹھا لے گا اور تمہاری جگہ ایسے انسان پیدا کرے گا جو اسکی ذات پر یقین رکھتے ہونگے' اس سے محبت بھی کرتے ہونگے اور جن سے بتقاضائے بشریت غلطیاں بھی سرزد ہو جائیں گی اور جو اسکی مغفرت کے طالب ہونگے اسکی بارگاہ میں سر جھکا کر معافی چاہیں گے۔ سو یہ انسانی مزاج ہے کہ وہ فرشتہ نہیں بن سکتا۔

معصوم عن الخطا

معصوم عن الخطا ہونا انبیاء کا وصف ہے نبیؑ سے کبھی خطا سرزد نہیں ہوتی ہو سکتی ہی نہیں اس لئے کہ نبیؑ مطاع ہوتا ہے اور اُمت کے تمام لوگ نبیؑ کے پیچھے چلنے کے مکلّف ہوتے ہیں۔ اگر اللہ کا نبیؑ خطا کرے تو پوری اُمت اس خطا کو عبادت سمجھ کر اس پر عمل کرتی رہے گی اس لئے اللہ کریم نے انبیاء کو خطا سے پاک اور بالاتر بنا دیا اسی لئے نبیؑ کو معصوم مانا جاتا ہے۔ دوسرے کسی شخص کے بارے اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ معصوم عن الخطا ہے اس سے خطا کا صدور ممکن نہیں تو یہ اسکو نبی ماننے کے برابر ہے یعنی جسے معصوم مانا جائے گویا اُسے نبی مانا جا رہا ہے۔

تو فرمایا جو لوگ نبی ﷺ کا اتباع کرتے ہیں آپ ﷺ کی ذات میں پوری محنت کرنے کے بعد کبھی کبھار غلطی اُن سے بھی ہو جاتی ہے اور گناہ بھی ہوسکتا ہے و اذا فعلوا فاحشته وہ لوگ جو کسی وقت غلط کام کر گزرتے ہیں اوظلموا انفسهم یا اپنے اوپر کوئی ظلم کر بیٹھتے ہیں ذکر واللہ تو اللہ کو یاد کرنے لگ جاتے ہیں۔ انہیں احساس ہو جاتا ہے کہ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یوں بندہ اللہ کریم کی یاد کی

طرف پلٹتا ہے اور پھر اپنے گناہ کے لئے اللہ سے بخشش چاہتا ہے اپنی غلطی کی تلافی چاہتا ہے اللہ کریم سے مغفرت چاہتا ہے تو اللہ کی رحمت بے پایاں کو پالیتا ہے۔ فرمایا **و من یغفر الذنوب الا اللہ** جب بندے سے غلطی ہو جائے خطا ہو جائے کوتاہی ہو جائے تو پھر اللہ کے سوا کون ہے جو بندے کے گناہ بخشے۔ بخشنا اسی کا کام ہے اور بخشش اسی کا انعام ہے کسی نے کہا تھا۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ

کافر و جبر و بت پرستی باز آ

یعنی کوئی گناہ کر چکے ہو یا زیادتی کچھ بھی کر چکے ہو علاج اس کا توبہ ہی ہے۔ توبہ کے علاوہ کوئی علاج نہیں۔

ایں درگہ ما درگہ نا امیدی نیست

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اور اللہ کریم کی بارگاہ ایسی ہے کہ وہ ناامید ہونے کی جگہ نہیں اگر تو سینکڑوں بار توبہ کر کے توبہ توڑ چکا ہے تو اس کا علاج پھر توبہ ہی ہے۔

گناہ کیا ہے؟

اسلام نے بتایا ہے کہ گناہ کیا ہے؟ گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنی حدود سے باہر نکل کر کوئی کام کرے۔ اس لئے کہ اسلام نے ہر آدمی کے حقوق و فرائض کی ایک حد متعین کر دی ہے کمانے کھانے' خرچ کرنے' میل ملاپ' دوستی دشمنی غرض تمام امور زندگی کی حدود متعین ہیں کسی بھی طرف سے کسی بھی حد سے گزرنا زیادتی ہے گناہ ہے ہر گناہ خود اپنے اوپر زیادتی ہے ظلم ہے اور ہر گناہ و زیادتی اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتی ہے اللہ کی ناراضگی اس کی رحمت سے دور کرنے کا سبب بنتی ہے اور رحمت الٰہی سے محرومی اللہ کے عذاب کو دعوت دیتی ہے اس ضمن میں صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ ذکر اللہ یا اللہ کی یاد یہ نسیان کے مقابلے میں آتا ہے کہ جب ذکر نہیں ہوگا تو نسیان ہوگا نسیان کا معنی ہے بھول جانا۔ جب بھی اللہ کی عظمت چند لمحے نگاہوں سے اوجھل ہو گی چند لمحے بھی دل سے اتر جائے گی تو وہی لمحات بندے کو گناہ میں مبتلا کر دیں گے تو اس بھول جانے کا علاج یہی ہے کہ پھر عظمت الٰہی کو دل میں لائے اسکی یاد کو دل میں لائے اللہ کا ذکر کرے۔ اور جو ذکر اللہ کرتے ہیں۔ اللہ کی عظمت انکے سامنے آ جاتی ہے اور انہیں سمجھ آ جاتی ہے کہ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

گناہ صغیرہ و کبیرہ

علماء کرام نے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کی فہرست بنائی ہے تاکہ مومنین گناہوں سے بچیں۔ گناہوں سے بچنے کی ایک دوسری صورت بھی ہے وہ یہ کہ انسان اس پہلو سے غور کرے کہ گناہ صغیرہ بھی ہو تو نافرمانی کس کی ہے کہ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو صغیرہ گناہ کو چھوٹا سمجھ کر کرنا ایک جرم بن جاتا ہے اور اتنا ہی بڑا جرم بنتا ہے جتنی بڑی ہستی کی نافرمانی کی ہے۔ دنیاوی نظام میں مثال دیکھی جا سکتی ہے کہ ایک چپڑاسی آپ سے بات کرتا ہے آپ اسکی بات نہیں مانتے لیکن جب کسی مجسٹریٹ کی بات آ جائے اور آپ اس کا انکار کریں تو نتائج کے اعتبار سے کتنا بڑا فاصلہ آ جاتا ہے کہ حاکم کے روبرو اس کا حکم نہ ماننا کتنا بڑا جرم ٹھہرتا ہے اس لئے ہر گناہ نافرمانی ہے اور نافرمانی اللہ کی ذات ہے اس حوالے سے دیکھا جائے تو کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا ہر گناہ ہی بڑا جرم بن جاتا ہے اللہ پاک نے ہر گناہ کی دوا ذکر اللہ ہی بتائی ہے کہ اللہ کی یاد کی جائے اللہ کی عظمت دل میں آئے پھر نافرمانی کرنے والا اپنے گناہ کی معافی مانگے **فاستغفرو الذنوبھم** اور اپنے جرم کی جب سمجھ آ جائے تو اس پر اصرار نہ کرے اکڑ نہ جائے اسے عادت نہ بنا لے۔

شیطان کا جرم

انسان سے کوتاہی ہو ہی جاتی ہے نافرمانی ہو ہی جاتی ہے انسان غصے میں آ کر کچھ کر ہی گزرتا ہے کبھی لالچ میں آ کر کبھی خوف اور دباؤ میں آ کر وہ کر گزرتا ہے جو اُسے نہ کرنا چاہیے تھا لیکن اگر گناہ ہو گیا تو اُسے فوراً عظمت الٰہی کو دل میں لانا چاہیے اللہ سے معافی طلب کرنی چاہیے ومن یغفر والذنوب الا اللہ تو پھر اللہ کے علاوہ کون ہے جو بخشے گا لیکن اگر وہ اکڑ گیا کہ نہیں میں ایسا ہی کروں گا تو پھر جرم کی نوعیت ہی بدل جاتی ہے۔ قرآن حکیم بتاتا ہے کہ حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ السلام سے خطا ہوئی اور جیسے ہی انہوں نے یہ ممنوعہ پھل کھایا تو اللہ کریم کی طرف سے ارشاد ہوا کہ آپ کو پہلے سے منع کر دیا گیا تھا اور اس ضمن میں شیطان کے دھوکے سے بھی خبردار کیا گیا تھا تو پہلی بات جو انہوں نے کہی وہ یہ تھی **ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین.**

اے اللہ ہم نے اپنے آپ پر بڑی زیادتی کی اب تیری بخشش اور مغفرت کی ضرورت ہے تو اگر بخشے گا نہیں تو ہمارے پلے کچھ نہیں بچے گا۔ دوسرا انداز ہے اکڑنے کا شیطان سے نافرمانی ہوئی اس نے سجدہ نہ کیا جب اللہ نے باز پرس کی تو اکڑ گیا اور دلائل دینے لگا کہ اگر میں نے سجدہ نہیں کیا تو ٹھیک کیا ہے کیونکہ میں اس سے بہتر ہوں **انا خیر منہ** مجھے آپ نے آگ سے بنایا ہے اور اسے آپ نے کیچڑ مٹی سے بنایا ہے۔ **خلقتنی من نارٍ وخلقتہ' من طین.**

اور پھر کہنے لگا جس طرح تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے یعنی تو نے مجھ سے یہ گناہ کروایا ہے اگر تو نہ چاہتا تو میں کیوں کرتا یعنی اپنے جرم کو اپنی غلطی کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کے جواز میں دلائل دینے لگ گیا اور بالآخر اپنے کیے کو اللہ کے ذمے ڈال دیا تو اس رویے پر اللہ نے اسے راندہ درگاہ کر دیا اور وہ مردود ہو گیا۔

خطا کا علاج

آج بھی یہ رویہ دیکھا جا سکتا ہے اور ایک عام رواج ہو گیا ہے کہ کوئی قتل کر دے یا ڈاکہ ڈالے کہتے ہیں بس اس کے لئے ایسا ہی لکھا ہوا تھا اگر اللہ نہ چاہتا تو ایسے کیوں ہوتا اگر ایسا ہوا تو یہ اللہ کی ہی مرضی ہے تقدیر ہی ایسی تھی یعنی اپنا جرم ماننے کے بجائے اپنے گناہ کو اللہ کریم کے ذمے لگا دیتے ہیں حالانکہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ روک رہے ہیں۔

گناہ اور غلطی تو کسی سے بھی ہو سکتی ہے صرف انبیاء غلطی سے پاک ہوتے ہیں اُن کے علاوہ کوئی معصوم عن الخطا نہیں ہوتا۔ غیر نبی صحابہ کرام سے لیکر بزرگان دین تک اولیاء اللہ علمائے حق محفوظ ہوتے ہیں اللہ انکی حفاظت فرماتا ہے اور گناہ سے انہیں محفوظ رکھتا ہے لیکن وہ معصوم نہیں ہوتے خطا کا امکان بڑے سے بڑے ولی اللہ کے پاس بھی رہتا ہے۔

خطا کے علاج میں پہلی بات یہ ہے کہ بندے کو یہ احساس ہو جائے کہ اس سے غلطی ہو گئی ہے اور وہ خطا کو اپنی طرف منسوب کرے کہ یہ زیادتی تو مجھ سے ہو گئی آئندہ اللہ کی توفیق سے ایسا نہیں کروں گا اور اللہ سے اپنے گناہ کی مغفرت چاہے تو اسکی مغفرت بہت وسیع ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کوئی زمین و آسمان کو اپنے گناہوں سے بھر دے تو اللہ کی رحمت کو عاجز نہیں کر سکتا اسکی رحمت وسیع تر ہے وہ آن واحد میں سب کو معاف کر سکتا ہے سو ایسے لوگ جو اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر اصلاح احوال کی کوشش میں لگ جاتے ہیں اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اُن کے بارے اللہ کریم فرماتے ہیں **اولئک جزآئو ھم مغفرۃ من ربھم.** ایسے لوگوں کا اجر اللہ کی طرف سے بخشش ہے، بخشش نصیب ہو جائے تو وہ جنت کے مستحق

ہو جاتے ہیں ان کا اجر وجنت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ۔ اللہ کے وہ باغ ہیں جن میں دوام ہے ہمیشہ کی راحت ہے دکھ اور تکلیف نام کی کوئی چیز نہیں خفت وشرمندگی یا پریشانی نام کی کوئی چیز نہیں جہاں موت بھی نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے ایسے باغ ہیں نہریں جنکے تابع بہتی ہیں خٰلدین فیھا اور وہ باغ بھی ہمیشہ رہنے والے ہیں اور جنہیں اُن میں بسایا جائے گا وہ بھی وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ونعم اجرا لعٰلمین اچھے کام کرنے والوں کو اور نیک اعمال کرنے والوں کو کیا ہی اچھا بدلہ دیا جائے گا اور کیا ہی خوب انعام دیے جائیں گے کہ انسان تو اپنی حیثیت' استعداد اور اپنے خلوص کے مطابق کام کرتا ہے اعمال کرتا ہے اللہ کریم اپنی شان کے مطابق انعام عطا کرتے ہیں اور اپنے بندوں کی تھوڑی سی مزدوری پر بڑے بڑے انعامات عطا فرماتے ہیں۔

عبرت کے نشان

فرمایا قد خلت من قبلکم سنن ' . صرف تم ہی اس دنیا میں نہیں آئے تم سے پہلے سے یہ معمورہ عالم آباد ہے تم سے پہلے کتنے لوگ آ کر گزر چکے کتنی آبادیاں بس کر اجڑ چکیں کتنی حکومتیں بن کر بگڑ چکیں کتنے بڑے بڑے لوگ موت کی نذر ہو گئے ۔ بے شمار اقوام عالم ان گنت سلاطین وفرمانروا بادشاہ وجرنیل جابر وطاقتور آ کر چلے گئے فیسروا فی الارض . ذرا زمین پر پھر کر دیکھو بڑے بڑے مقابر اونچے اونچے قلعوں کی گری ہوئی دیواریں اور پچلی ہوئی بنیادیں بچے کھچے کھنڈر اور ویران گھر تمہیں انکی داستان سنائیں گے تمہیں بتائیں گے کہ جن لوگوں نے بڑے بڑے محل تعمیر کئے تھے آج انکی قبروں کے نشان بھی نہیں ملتے جن کے اشارہ پر دنیا قربان ہوتی تھی انکے آثار نہیں ملتے فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین ۔

جنہوں نے عظمت الٰہی کا انکار کیا انکے آثار دیکھو کس طرح عبرت نشان ہو گئے اللہ کے نافرمانوں کے آثار دیکھو اور عبرت حاصل کرو آج چنگیز خان کو تلاش کرو جسکی چنگیزیت ظلم کا نشانہ بن گئی تھی ہٹلر کو ڈھونڈو اُن جابر فاتحین کو تلاش کرو جنہوں نے عظمت الٰہی کو فراموش کر کے ایک عالم کو تہ تیغ کر ڈالا ۔ سکندر اعظم کو تلاش کرو! کہاں ہیں انکی عظمتیں آج فرعون قاہرہ کے عجائب گھر میں پڑا ہے کیوں نہیں بولتا؟ کیوں نہیں اٹھتا کیوں حکم نہیں دیتا کہاں ہے خدم وحشم کہاں ہیں اسکی فوجیں اسکے خزانے اسکی طاقت؟ کچھ بھی نہیں ایک بے جان لاش ہے جو سوکھ کر تختہ ہو گئی ہے جہاں رکھ دیتے ہیں وہیں پڑی رہتی ہے اللہ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ وہ جو کہتا تھا کہ میرے سوا کسی دوسرے معبود کا تصور نہیں اُسے اللہ کریم نے فرمایا کہ تجھے میں پچھلے آنے والوں کے لئے عبرت کا نشان بنا کر رکھوں گا ۔ سو زمین پر چل پھر کر دیکھو مکذبین کا اور انکار کرنے والوں کا کیا حشر ہوا۔

ھذا بیان ' للناس ھدیً وموعظۃ ' للمتقین. یہ قرآن ساری اولاد آدم کیلئے ساری انسانیت کے لئے مفصل بیان ہے جس میں عقلی دلائل بھی ہیں نقلی دلائل بھی ہیں گذشتہ اقوام عالم کو بطور مثال بھی پیش فرماتا ہے پہلی کتابوں کے حوالے بھی دیتا ہے اس کا ہر حکم انسانی شعور اور عقل کے مطابق ہے اور یہ نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جو متقین ہیں جو اللہ سے اپنا تعلق استوار کر لیتے ہیں ۔ اللہ کے نبی ﷺ سے اپنا دل لگا لیتے ہیں اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں اور وہ ہدایت کا سفر اختیار کر لیتے ہیں تو ان مسافرین ہدایت کیلئے یہ رہبر بھی ہے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے ساتھ چلاتا بھی ہے اور بڑے آرام سے انہیں منزل پر پہنچا دیتا ہے اللہ کی بارگاہ میں پہنچا دیتا ہے۔

راستے کو جاننا اور راستے کو قطع کرنا یہ دو کام ہیں قرآن حکیم تمام انسانوں کو راستہ قطع کرنے کا طریقہ وسلیقہ بتاتا ہے یہ لوگوں کو راستے کے سارے نشیب وفراز بتا دیتا ہے بتاتا ہے کہ یہ راستہ کیسا ہے؟ کہاں جاتا ہے اس میں کتنا آرام ہے کتنی سہولتیں ہیں کس باعزت طریقے سے سواری ملتی ہے کھانا ملتا ہے اور یوں رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے اور جو اس رہنمائی کو قبول کرلے اس کا ہاتھ پکڑ کر چلانا رہبری ہے اور قرآن حکیم رہبری کا یہ فریضہ اُن کے لئے انجام دیتا ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے اپنا دل لگا بیٹھتے ہیں یہی متقین ہیں اور انہیں یہ بڑے آرام سے منزل مراد پر پہنچا دیتا ہے **ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الا علون ان کنتم مومنین**. یہ غزوہ اُحد کے بعد کا قصہ ہے مسلمانوں پر بہت دباؤ پڑا ستر مسلمان شہید ہوئے اور تقریباً سارا ہی لشکر اسلامی سوائے چند افراد کے زخمی ہوا۔ اکابر صحابہؓ شہید ہوئے خود حضور سرور کائنات ﷺ بھی زخمی ہوئے مشکلات بہت آئیں۔ لیکن فرمایا ان مشکلات سے گھبراؤ نہیں تھکو نہیں کہ راہ حق پر چلنے والوں کی زندگی میں مشکلات بھی آتی ہیں طوفان بادوباراں بھی آتا ہے مطلع صاف بھی ہو جاتا ہے سو زندگی کے نشیب وفراز سے گزرتے ہوئے تھکنا نہیں چاہیے اور **ولا تحزنوا** تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر تمہارے ہاتھ میں دامان محمد رسول اللہ ﷺ ہے تو فکر کی ضرورت نہیں نہ رنج کی ضرورت ہے نہ اس اندیشے کی کہ ہم تو محنت کر رہے ہیں لیکن ہوگا کیا؟ فرمایا ہوگا یہ کہ **وانتم الاعلون** تم ہمیشہ فتح مند رہو گے دنیا میں موت میں اور آخرت میں فتح مندی تمہارا مقدر ہے بات صرف یہ ہے کہ **ان کنتم مومنین** دامان محمد ﷺ کو ہاتھ سے جانے نہ دو اور اس کے مقابل کفار کی حالت دیکھو کس کے لئے لڑے؟ باطل کے لئے زخم کس کے لئے کھائے؟ باطل کے لیے مرے باطل کے لیے اور جہنم واصل ہوئے۔ اور تم ہر حال میں فتح مند رہے تم کس کے لئے لڑے؟ حق کے لئے جو جان سے گئے وہ شہید ہوئے اللہ نے انہیں وہ عظمت عطا کی کہ موت ہار گئی اور وہ جیت گئے جو زخمی ہوئے انہیں ایک ایک قطرہ خون کا اجر بے حساب ملے گا سو راہ حق میں زخم لگے تو تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوا تم ہر لحاظ سے فائدے میں رہے۔

محبت کیا ھے

ہمارے لئے بھی یہ آیت فرما رہی ہے **ولا تھنوا ولا تحزنوا** تھک ہار نہ جایا کرو اللہ کی اطاعت وعبادت کا وقت آئے تو آپ کے اعضا جواب نہ دے جایا کریں کہ کون بستر سے اٹھے وضو کرے اور نماز پڑھے۔ صاحب روح المعانی نے محبت کو بیان کیا ہے کہ محبت کیا ہوتی ہے عربی کے جملوں کا ترجمہ یہ بنتا ہے کہ محبت ایک جذبہ لطیف ہے۔ اگر محبوب زیادتی کرے تو یہ کم نہیں ہوتا اور اگر وہ مہربانی کرے تو یہ بڑھتا نہیں یعنی اگر محبوب لطف وکرم کرے تو یہ اس کا کرم ہے اور اگر زیادتی کرے تو اسکی مرضی لیکن محبت کا جذبہ ہر صورت اپنی جگہ قائم رہتا ہے اور بندے کو اپنے محبوب کا مطیع اور تابعدار بنائے رکھتا ہے اور اگر محبت زیادتی کرنے پر گھٹتی ہو اور کچھ ملنے پر بڑھتی ہو تو وہ محبت نہیں تجارت ہے سوداگری ہے کہ کچھ ملے تو بندہ آگے بڑھتا رہے یہ تو مفاد پرستی ہے۔

اللہ کیساتھ تعلق مفادات سے بالاتر ہے یہ تعلق سود وزیاں سے بلند ہے تکلیف یا دکھ آنے سے یہ گھٹتا نہیں اور فراخی آئے تو اپنی جگہ قائم رہتا ہے اور اللہ کی فرمانبرداری اور اسکی اطاعت میں کوشاں ہی رہتا ہے۔ فرمایا اگر یہ جذبہ صادق تمہیں نصیب ہے تو اللہ رب العالمین تمہیں گارنٹی دیتا ہے کہ تم ہمیشہ فتح مند رہو گے۔

دور حاضر کے مصائب کا حل

آج جب ہم اللہ کے اس وعدے کو اور اپنی موجودہ حالت کو دیکھتے ہیں تو یوں سمجھ آتی ہے کہ دورِ حاضر کی ساری مصیبتیں روئے زمین پر پھیلے مسلمانوں پر ٹوٹ رہی ہیں قتل وغارت اور تباہی ان پر مسلط ہے کفاران پر غالب ہیں اور دنیا کے بدترین کافر یہودی نے ہمیں کھلونا بنا رکھا ہے۔ اس کا سبب کیا ہے؟ اس کا سبب وہ آخری شرط جو اللہ نے رکھی تھی اس کا ہم سے کھو جانا ہے اس نے فرمایا ان کنتم مومنین. اگر تم ایمان پر قائم رہے اگر تمہارا جذبہ دوروں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے قائم رہا تو تم غالب رہو گے یہی وہ گم گشتہ پہلو ہے کہ ہم مسلمان تو ہیں الحمدللہ۔ نام بھی مسلمانوں جیسے ہیں دعویٰ بھی اسلام کا ہے لیکن اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے تعلق والی بات کمزور پڑ گئی ہے چار پیسے حرام کے مل رہے ہوں تو اپنی مسلمانی کے باوجود ہم نہیں چوکتے۔ دوسرے کا حق کھانے سے ہم باز نہیں آتے۔ عبادت کے لیے ہمارے پاس فرصت نہیں۔ قرآن کریم کھولنے کا وقت نہیں ملتا۔ دنیا بھر کے ناول اور افسانے پڑھ لیتے ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو پڑھنے کی فرصت نہیں دنیا بھر کے چینلز سے جھوٹے ڈرامے اور فلمیں دیکھتے ہیں جہاں ٹی وی سیٹ سے لیکر کیبل تک اخراجات اٹھتے ہیں تو پھر یہ کیسی مسلمانی ہے اور اس پر یہ امید رکھنا کیسا ہے کہ اللہ کا وعدہ تھا کہ مسلمانو تم ہی فاتح، غالب اور کامیاب رہو گے جبکہ اگلی شرط پر ہم قائم نہیں رہے۔

اللہ اپنے وعدے پر ہمیشہ سے قائم ہے کہ اگر دامان پیغمبر ﷺ سے تم وابستہ رہے میری ذات سے محبت رکھی میرے ساتھ تمہارا رشتہ خلوص قائم رہا تو ہر حال میں کامیابی تمہاری ہے۔

☆☆☆

اِنا للہ وانا الیہ راجعون

درج ذیل احباب کے عزیز واقارب خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔

☆......فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی مسز مقبول کے والد محترم۔

☆......رائے چراغ محمد (فیصل آباد) کی والدہ۔

☆......ماسٹر سرفراز احمد (فیصل آباد) کی اہلیہ۔

☆......غیاث الدین (فیصل آباد) کے بہنوئی۔

☆......مظفر گڑھ جماعت کے ضلعی امیر منظور حسین کی والدہ محترمہ۔

☆......محمد اکبر (مظفر گڑھ) کے بڑے بھائی۔

☆......محمد نواز قریشی (ملتان) کے چھوٹے بھائی محمد شریف قریشی۔

☆......ڈاکٹر محمد اشفاق (گوجرہ) کے والد گرامی۔

☆......محمد رفیق گلو (گوجرہ) کی اہلیہ محترمہ۔

☆......ڈاکٹر محمد ریاض مرید کے (شیخوپورہ) کا بیٹا محمد عثمان۔

☆......حافظ غلام حیدر (لاہور) کے سُسر۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

معیتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور غزوۃ الہند

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ ضلع چکوال 4-8-2007

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیمo

دنیا میں مختلف لوگوں کو مختلف مقاصد کیلئے تربیت دی گئی اور لوگوں نے باطل مقاصد کیلئے بھی جانیں دیں۔ ہمیں ان جانبازوں کا منظم گروہ حسن بن صباح کے ساتھ ملتا ہے تاریخ میں جنہیں جان کی بالکل پرواہ نہیں ہوتی تھی اور خلیفہ وقت کیلئے انہوں نے بڑا مسئلہ پیدا کر دیا تھا ایک دفعہ حکومتی فوج نے انہیں ایک قلعے میں گھیر لیا اور قلعوں کے گرد خندقیں بنائی جاتی تھیں جن میں پانی بھر دیا جاتا تھا اور قلعہ کا دروازہ کھلتا تو وہ پل بن جاتا تو اس طرح کے اندر انہوں نے لگائی ہوتی تھیں چرخیاں اور زنجیریں اندر سے کھولتے تو زنجیر کھلتی جاتی اور وہ دروازہ بھی کھل جاتا پل بھی بن جاتا اور جب اندر سے چرخیاں گھماتے تو اُٹھ کر بند ہو جاتا پل بھی ختم ہو جاتا فدائین انہیں کہتے تھے فدائین قلعہ بند ہو گئے تو سرکاری فوجوں نے اُسکے اندر سے سارا پانی نکال کر اُس میں لکڑیاں بھر دیں اور کئی دن لگے انہیں وہ لکڑیاں بھرنے میں وہ ساری خندق انہوں نے لکڑیوں سے پر کر کے اس میں آگ لگا دی مقصد اُن کا یہ تھا کہ ان کیلئے باہر نکل کر حملہ کرنے کا راستہ نہ رہے قلعہ بند رہیں گے کتنے دن رہیں گے لڑنے کی جرات نہیں کر رہے تھے سرکاری فوج بھی قلعہ میں داخل ہونے کی جرات نہیں کر رہی تھی وہ ساری خندق دہک گئی تو رات کو فوجی آرام سے سو گئے کہ اس آگ کے دریا سے کون نکل سکتا ہے وہ بڑے عجیب لوگ تھے انہوں نے جتنے اُن کے پاس بستر تھے انہیں پانی میں بھگویا اور قلعے کے دروازے کھولے اور وہ پانی سے گیلی رضائیاں اور بستر اُن پر ڈالنے شروع کر دیئے دروازں پر جبکہ سرکاری فوج مزے کی نیند سو رہی تھی تو اُس گرم لوہے کے اوپر راستہ بنا کر وہ نکل گئے اور سرکاری فوج چونکہ وہ سو رہے تھے پھر یہ فدائین تھے سارے بہت زیادہ نقصان کیا سرکاری فوج کا اور وہاں سے نکل گئے بالآخر ایک پہاڑی قلعہ میں جسے قلعہ الموت کہتے تھے وہاں انہوں نے اپنا مرکز بنا لیا اور اپنا نظام انہوں نے جاری رکھا اور اسلام کو بہت زیادہ نقصان اُن فدائین نے پہنچایا بڑے بڑے نامور علماء جرنیل اُن کے ہاتھوں شہید ہوئے کہیں وہ باورچی بن کے ملازم ہو جاتے۔ کہیں کسی کی گارڈ میں شامل ہو جاتے کہیں کسی طرح سے قربت حاصل کر کے موقعہ پاتے شہید کر دیتے اور خنجر سے لڑنے کی انہیں خاص تربیت دی جاتی تھی اور چھوٹے باریک خنجر اُن کی آستینوں میں چھپے ہوتے تھے۔

پھر بادشاہ نے وہاں وفد بھیجا کہ بغیر خون ریزی کے اگر تم حکومت کی شرائط مان لو تو اچھا رہے گا تو حسن بن صباح نے چار آدمیوں کو بلایا وہ قلعہ پہاڑی چٹانوں کے اوپر ہے اور بہت بلند چٹانیں ہیں ایک طرف سے راستہ ہے تین طرف چٹانیں ہیں تو جہاں وہ بیٹھا تھا اُس کے آگے تھوڑی سی جگہ پھر آگے چٹان تھی سرکاری شاہی وفد بھی تھا اُس نے دو آدمیوں کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ اپنے آپ پر خنجر چلاؤ انہوں نے اپنے سینے میں خنجر مارے اور مر گئے دو کو حکم دیا کہ اُس چٹان

سے چھلانگ لگا لو انہوں نے چھلانگ لگا لی اُس نے وفد سے کہا کہ جا کر خلیفہ سے کہو کہ اگر اُس کے پاس ان سے مقابلہ کرنے کی سپاہ ہے تو آ جائے میرے پاس تو جتنے لوگ ہیں یہ صرف موت کا انتظار کر رہے ہیں اور اگر تمہارے پاس بھی ایسے فوجی ہیں جو جان دینا جانتے ہیں تو آ جاؤ مقابلہ ہو جائے گا ورنہ میں قلعے سے باہر نہیں آ رہا اور تم اس پہاڑی میں مت آؤ تو حکومت نے اسی میں عافیت سمجھی کہ ہم اُس قلعے میں نہ جائیں اور وہ باہر نہ آئے۔ اپنی زندگی میں اُس پہ قابض رہا لیکن اُسنے اُن لوگوں کو اس مقام تک لانے کیلیئے بہت جتن کیئے انہی پہاڑوں میں اُس نے ایک جنت بنائی تھی جو باقاعدہ جتنی تفصیلات جنت کی ملتی ہیں اُس طرز پر اُسنے بنائی دیواروں کے اندر خواہ پتھر تھے لیکن باہر جواہرات اور شیشے اور آبگینے اس طرح لگے ہوئے تھے کہ ہر دیوار شیشے کی یا ہیروں کی یا موتیوں کی نظر آتی تھی اُس نے اُن میں سونے اور چاندی کے درخت لگوائے بنوا کر اور اُن پر ہیرے اور جواہرات کے پھل لگوائے اتنا لوٹا دنیا کو اسمیں دودھ اور شہد کی نہریں بنائیں طرح طرح کے پکوان بنائے اور ریاست سے دور دراز سے، دیہات سے چن چن کر جوان بچیوں کو اغوا کر کے حوریں بنا کے وہاں رکھا نو عمر بچوں کو غلامان بنا کے وہاں رکھا اور سب کی تربیت کی گئی اور فدائی بنانے کیلیئے ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ ان کے لوگ بیٹھے ہوتے تھے کسی بزرگ کی شکل بنا کر صوفی کی شکل، پیر صاحب کی شکل بنا کر عام لوگ اُن کے پاس آتے جاتے رہتے تھے کوئی وہ دیکھتے کہ یہ بندہ اس میں Tallent بھی ہے جوان ہے مضبوط ہے تو ایک خاص شربت انہوں نے بنایا ہوا ہوتا تھا جس میں بھانگ ہوتی تھی وہ کس طریقے سے بناتے تھے کیا کرتے تھے بہر حال یہ تو اُن کا مسئلہ ہے لیکن وہ پلا دینے کے بعد آدمی سو جاتا تھا تو وہ زمانہ تھا وہ اونٹوں پر لدوا کر اُس وادی میں بھجوا دیتے اور وادی میں اس صورت میں اُس کی آنکھ کھلتی کہ وہ کفن میں لپٹا ہوا ہوتا اور کافور وغیرہ لگا ہوا ہوتا تو کسی دالان میں یا کسی سبزہ زار میں پڑا ہوتا اُسے ہوش آتا تو اپنے آپ کو کفن میں پاتا اور سمجھتا کہ میں مر چکا ہوں اور اردگرد وہ پھولوں کی بہار اور حوریں اور وہ محلات کو دیکھتا تو سمجھتا جنت میں آ گیا ہوں پھر اُسے وہاں طرح طرح کے کھانے بلکہ یہاں تک ملتا ہے کہ اُس نے ایسے پرندے سدھار کر رکھے ہوئے تھے کہ جنہیں وہ باورچی خانے سے کباب وغیرہ یا بھنے ہوئے گوشت یا بھنے ہوئے پرندوں کا گوشت کے وہ بنا کر پوٹلی سی دیدیتے وہ اٹھا کر دسترخوان پر وہ چھوٹے پرندے جا کر رکھتے اور جو پرندے طوطا یا مینا کی طرح کے جو بولی سیکھ جاتے اور سدھائے ہوئے ہوتے تھے اور وہ قرآن کی آیت پڑھتے تھے۔ **سلم علیکم طبتم فادخلوھا خلدین** قرآن مجید میں ہے کہ جنتیوں کو جنت میں داخلے کے وقت فرشتے کہیں **سلم علیکم طبتم فادخلوھا خلدین**۔ وہ پرندے اس طرح بولا کرتے تھے تو چند روز وہاں رہنے کے بعد پھر اُسے بیہوش کر دیا جاتا اور اُسے واپس لے آتے ایک انہوں نے ایسی مہر بنائی ہوئی تھی جو ماتھے پہ لگا دیتے تھے جیسے کسی نے ماتھے کا بوسہ لیا ہو اور وہ اتنی ہلکی ہوتی تھی کہ آدمی محسوس نہیں کرتا تھا وہ ایک دوسرے کو اُس سے پہچان لیتے تھے یہ بوسہ نشانی ہوتی تھی کہ یہ جنت سے ہو کر آیا ہے تو ایک آدھ دن اُس نے وہاں گزارا ہوتا تھا تو وہاں کی عمارات، وہاں کی مال و دولت، وہاں رات کو دور ایک پہاڑ پر آتش بازی چلاتے جس سے در و دیوار چمک اٹھتے روشنی ہو جاتی باہر سارے وہ لوگ سجدے میں پڑ جاتے کہ یہ اللہ رب العزت اپنا جلوہ دکھا رہا ہے اور حسن بن صباح خود خدا ہونے کا مدعی تھا تو وہ جب باہر آتا تو اسے پھر وہ تڑپ ہوتی جنت میں جانے کی چنانچہ اُسے جنت میں جانے کیلیئے فدائی کے طور پر تیار کیا جاتا تھا۔ اُس کے ذمے لگا دیا جاتا فلاں عالم کو شہید کر دو یا فلاں نامور جرنیل کو شہید کر دو یا فلاں کام کر دو تو

دوبارہ تم وہاں پہنچ سکو گے۔

فدائین کی تاریخ میں یہ ملتا ہے کہ صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی جو ذاتی حفاظتی گارڈ تھی اُس میں بھی شامل ہو گئے اور ایک دن ایک کیمپ سے نکل کر پہاڑیوں کی طرف سلطان نکل گئے تو ایک ہی محافظ ساتھ تھا اور عجیب بات ہے کہ وہ وہی فدائی تھا تو جب کیمپ سے تھوڑی دور نکل گئے تو اُسنے حملہ کر دیا لیکن سلطان بہت دلیر بہت جانباز اور بہت اچھا فن سپاہ گری کا ماہر تھا سلطان نے اُسے قتل کر دیا بجائے اُسکے کہ وہ سلطان کو قتل کرتا یعنی یہاں تک وہ پہنچ جاتے تھے۔ پھر اُس سے فائدہ اٹھایا ببرس نے۔

ببرس ایک صحت مند، توانا اور دیندار شخص تھا اور فرد واحد تھا اُسے جب اس کا علم ہوا تو اُس نے ایک طریقہ بنایا انہوں نے پہاڑوں میں دروازے اُس کے بنا رکھے تھے لیکن بڑے عجیب وغریب تھے کہ اندر سے غار آتا تھا اور جہاں پہاڑ میں غار وہ کھلتا وہاں گھنی جھاڑیاں ہوتیں اور جو پردہ دروازے سے ہٹتا تھا اُس کے اوپر بھی مٹی اور جھاڑیاں ہوتی تھیں اور باہر کسی جگہ کوئی کل لگا دی جاتی جسے دبانے یا پھیرنے سے وہ دروازہ کھل جاتا یا اندر سے کھولا جاتا تو اُس نے بڑی جستجو کے بعد اُن میں سے کسی دروازے کو یا دو چار دروازوں کو تلاش کر لیا وہ اکیلا جاتا اور دروازہ کھولتا تو اندر ہر غار کے اندر کے دہانے پر دو دو فدائی پہرے دار ہوتے تھے رات دن چونکہ باہر کا تو انہیں نہ کوئی امکان ہوتا تھا کسی کے کھولنے کا نہ خطرہ ہوتا یہ تھا کہ اندر سے کوئی غار کی طرف نہ آئے تو وہ اُسمیں داخل ہوتے اور قریب جا کر چھوٹا سا کنکر پھینکتے تو ایک فدائی دیکھنے کیلئے آتا اُسے دبوچ لیتے دوسرا آتا اُسے قتل کر دیتے اور یوں غار میں داخل ہو کر جتنا سونا، ہیرے، جواہرات آسانی سے اٹھائے جا سکتے تھے اور ڈیڑھ دو من وہ آسانی سے اٹھا لیتے تھے وہ گھٹری باندھ کے لے آتے اور باہر چلے جاتے تو انہوں نے اتنی دولت جمع کر لی کہ ایک فوج بنائی اور مصر کی حکومت پر قبضہ کر لیا یہی وہ وقت تھا۔ جب تاتاری شمال کی اسلامی سلطنتوں کو روندکر مصر کی طرف بڑھ رہے تھے اور ہلاکو خان کی قیادت میں بڑھ رہے تھے تاتاریوں نے ایک جنگ میں فتح پائی تاتاری حد سے زیادہ ظالم تھے اور لوگ اُن کا نام سن کر لرز جاتے تھے واحد فوج تاتاریوں کی تاریخ میں ملتی ہے کہ جو جہاں سے گزرتے جنگلوں کو آگ لگا دیتے۔ جنگلی جانوروں کو تیروں اور بھالوں سے مارتے اور تالابوں وغیرہ میں پانی کے ذخیروں میں زہر ڈال دیتے برباد کرتے چلے جاتے تھے ہر چیز کو جو شہر فتح کرتے سارا شہر تباہ کر دیتے اور بچوں، عورتوں، بوڑھوں، جوانوں کے سر کاٹ کر مینار بنا دیتے تو اُن کی جو بربریت تھی اُس سے لوگ لرزاں و ترساں رہتے تھے جس طرف منہ کرتے لوگ بھاگ جاتے یا مارے جاتے۔

اس طرح کی ایک فتح میں عیسائیوں نے اُس وقت چنگیز خان اور اُس کے بیٹوں کو اپنی عورتیں پیش کیں اور وہ عورتیں سبب بنیں تھیں اسلامی ریاستوں پر اُن کے حملہ آور ہونے کی عیسائی اور یہودی سرے سے اپنی بیٹیاں نہیں دیتے تھے بلکہ یہ بھی تاریخ کا حصہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی چھوٹی بچیاں اغوا کر کے اور انہیں بیٹی بنا کر پالتے اور پھر انہیں آگے استعمال کرتے تو چنگیز خان کو ایک خاتون جو عیسائیوں نے دی تھی اُس فتح پر چنگیز خان نے ہلاکو سے پوچھا کہ تم جو مانگو تمہیں انعام مل سکتا ہے تو اُسنے وہی کنیز مانگ لی اُس وقت تو چنگیز خان خاموش ہو گیا بعد میں اُس نے ہلاکو پوتا تھا اُس کا۔ ہلاکو کو بلا کر اُسنے رات کو بھلایا اور کنیز کو بھی بلایا اور ایک طرف کو چل دیا جوان کا کیمپ تھا پہاڑی علاقے میں تھا پہاڑی چٹانوں میں گھرا ہوا دونوں کو ساتھ لیکر ایک طرف چل دیا تو ایک چٹان تھی بہت بلند اُس کے کنارے کھڑے ہو کر اُسنے کنیز سے پوچھا کہ تم میرے ساتھ رہنا چاہو گی یا ہلاکو کے ساتھ تو

اُس نے چنگیز خان کے گلے میں باہیں ڈال دیں لیکن اُس نے اُس کو خود سے علیحدہ کیا اُس کا ہاتھ ہلاکو کے ہاتھ میں دیکر خود چھان سے چھلانگ لگادی اور یوں خود کشی کر کے چنگیز خان ہلاک ہوا۔

وہ خاتون اب ہلاکو کے پاس تھی تو ہلاکو نے اُس سے بہت اظہار محبت کیا لیکن اُس نے کہا میرے وصل کی شرط یہ ہے کہ تم سلطان بیبرس کو قتل کرو اُس کی سلطنت تاراج کرو اور اُس کی کھال اُتار کر لے آؤ اُس کی کھال بستر پر بچھائی جائے پھر تم میرا وصال حاصل کر سکتے ہو۔ ہلاکو خان اُس طرف بڑھا اور قبلائی خان بھی شاہی خاندان کا تھا اور مشہور جرنیل تھا تاتاریوں کا قبلائی خان کے ذمے حملے کی قیادت لگائی اور سلطان بیبرس پر حملے کیلئے لشکر بھیجا اُس خاتون نے کہا کہ میں اس لشکر کے ساتھ جاؤں گی اپنے سامنے اُسے ہلاک ہوتا ہوا دیکھوں گی اور میں چاہوں گی کہ اُس کی کھال میں اپنے ہاتھوں سے اُتاروں۔

مقابلہ ہوا سلطان بہت جانباز آدمی تھا' نیک تھا' صالح تھا' دیندار تھا اور اُس کے ساتھ وہ فوج تھی جو اللہ واللہ کے رسول کیلئے جان دینے والی تھی تاتاریوں کو غالباً پہلی دفعہ ایسی ہزیمت اٹھانا پڑی جو شکست فاش تھی قبلائی خان قتل ہوا اور سلطان نے حکم دیا کہ جتنے شہر کے دروازے ہیں اس کے جسم کے اُتنے ٹکڑے بنا کر ہر دروازے پر ایک ٹکڑا لٹکا دو کہ یہ طلسم ٹوٹ جائے کہ یہ تاتاری ناقابل تسخیر ہیں اُس خاتون کو سلطان نے حکم دیا کہ میرے گھوڑے کے آگے بھاگتی جاؤ اور شہر تک اُسے بھگا کے لایا۔ وہ اُسے بطور کنیز حاصل ہوگئی اور اُس نے چٹھی لکھی ہلاکو خان کو کہ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ یہ اپنی وادی جس پہ تم بہت عاشق ہو اور جو میری کھال پہ تم سے ملنا چاہتی تھی آجکل اُس کی کھال میرے بستر پر ہوتی ہے دریں حال کہ وہ اپنی کھال میں موجود بھی ہے ہمت ہے تو آ کر لے جاؤ پھر تاتاری فوجوں نے ادھر کا رخ نہیں کیا یعنی ایک طرف حسن بن صباح ملتا ہے جس نے باطل کیلئے جانبازوں کی فورس بنائی ایک طرف چنگیز اور اُس کی اولاد ملتی ہے جنہوں نے باطل کیلئے ظالموں اور درندوں کی ایک فوج بنائی یہ ایسے درندے لوگ تھے کہ بھوک لگتی تو ننگے گھوڑے پہ سوار ہوتے تھے اُسی گھوڑے کی بیٹھ میں خنجر چبھو کر منہ رکھ کر خون پی کے پیٹ بھر لیتے تھے بالکل درندہ قسم کے لوگ تھے اور اُس زمانے میں انہی کے مقابلے میں سلطان بیبرس ملتا ہے جس نے انصاف عدل اور حق کی حفاظت کیلئے جانباز فورس بنائی اور اس درندہ فورس کو شکست فاش سے دوچار کیا۔

بالآخر فدائین بھی ہلاکو کے ہاتھوں ہلاک ہوئے حسن بن صباح مر چکا تھا اُس کی اگلی تیسری چوتھی پشت سے اُس کا جو جانشین بنا ہوا تھا۔ وہ نوعمر لڑکا تھا لیکن نظام وہی چل رہا تھا تو خوبرو لڑکیوں کی تلاش میں انہوں نے ہلاکو کی بہن اٹھالی تھی جس پر ہلاکو نے تلاش کر کے اُس کا پتہ لگایا اور پہاڑوں کے اوپر سے ہو کر حملہ کر کے اُسے تاراج کر دیا اور لوٹ لیا اور وہ لڑکا گرفتار ہوا' اُسے بادشاہ نے دیکھ کر چھوڑ دیا کہ یہ اب کچھ نہیں کر سکے گا اسے اس بچے کو مارنے کا کیا فائدہ۔ اس نے تو اب گداہی کرنا ہے اسے چھوڑ دیا تو یوں وہ فتنہ فرد ہوا۔ لیکن میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بہت بڑے فدائی تیار کئے تھے حسن بن صباح نے لیکن ہلاکو کے مقابلے میں اور چنگیزی فوجوں کے مقابلے میں تباہ ہو گیا چنگیزی فوجیں دنیا کی ظالم ترین فوجیں تھیں لیکن جو رضا کار' جو فدائین سلطان بیبرس نے اللہ واللہ کے رسول کیلئے تیار کئے تھے اُن کا مقابلہ نہ کر سکے چونکہ اصل قوت اللہ واللہ کے رسول کی ہے اللہ کی طاقت ہے۔

چنگیزیوں کو لوٹ مار کا لالچ ہوتا تھا اور قتل و غارت گری اُن کے مزاج میں رچ بس گئی تھی وہ ظالم تھے دلیر نہیں تھے حسن بن صباح کے فدائین کو دھوکا دیدیا گیا تھا جنت کا اور انہیں اُس کا لالچ ہوتا تھا لیکن سلطان نے جو تیار کئے تھے وہ اللہ کے اور بارگاہ رسالت میں سرخرو ہونے کے

طلب گار تھے تو یہ تاریخ بتاتی ہے فدائین کی تاریخ بھی اگر دیکھی جائے تو بدن لرزہ براندام ہو جاتا ہے حسن بن صباح کے فدائین کی تاریخ پڑھ کر یا جو اس فن کے لوگ ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ کیسے لوگ تھے لیکن تاتاریوں کے مقابلے میں تباہ ہو گئے شکست کھا گئے۔ تاتاری بڑے جفا جو ستم گر اور بڑے کینہ پرور اور بڑے ظالم اور بڑے سخت مزاج اور بڑے لڑاکے تھے۔ لیکن جب اللہ کے بندوں کے مقابلے میں آئے تو انہیں ذلت آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑا حالانکہ یہ وہی تاتاری تھے جن کے بارے میں تاریخ میں ملتا ہے کہ غالباً بڑے بڑے جو ادارے دینی تھے اور اُن کے سربراہ جو بڑے بڑے معروف پیر اور گدی نشین تھے۔ وہ جو گرفتار ہو کر اتنی اہمیت کے حامل تھے۔ جو گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کئے گئے اگر میں بھول نہیں رہا تو مجھے صحیح یاد نہیں لیکن غالباً ایک لاکھ بتالیس ہزار اُن کی تعداد بنتی ہے اتنے نامور تھے اور بڑی اسلامی ریاستیں تباہ کر دیں بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور بے پناہ کتب خانے اٹھا کر دجلہ میں پھینکے چھ مہینے تک وہاں سے پانی گزرتا تھا تو سیاہ ہو جاتا تھا چونکہ قلمی لکھے ہوئے نسخے ہوتے تھے اور چھ مہینے تک وہ کاغذ گلتے رہے اور سیاہی گھلتی رہی خلیفہ بغداد نے بھی اُن کے ظلم سے ڈرتے ہوئے بغیر لڑے اس شرط پر پناہ لے لی تھی کہ مجھے قتل نہیں کیا جائے گا اور جب وہ ہلاکو کے پیش کیا گیا تو اُس نے کہا کہ بھائی کہ اسے ہم نے قتل سے امان دی ہے اسے قتل نہیں کرو لیکن ایک دری میں لپیٹ کر اسے لاتوں سے اسقدر مارو کہ مر جائے قتل نہیں کریں گے اس کو۔

تو یہ بھی مسلمان تھے یہ بڑے بڑے جو گدی نشین اور پیر خانے اور عالم تھے یہ بھی مسلمان تھے اور بغداد میں گلی گلی مناظرے ہو رہے تھے چھوٹی چھوٹی باتوں پر کہ وہ پانی جس میں کوئے نے چونچ ڈبو دی۔ وہ پاک رہ گیا یا ناپاک ہو گیا اُس سے وضو ہو سکتا ہے یا ایک کہتا تھا ہو سکتا ہے ایک کہتا تھا نہیں ہو سکتا ہے ایک کہتا تھا کوا حلال ہے' دوسرا کہتا تھا مکروہ ہے' تیسرا کہتا تھا حرام ہے اب اُس پہ مناظرہ شروع ہو جاتا تھا تو لوگوں کو فروعات میں الجھا کر فرقہ بندی کی جا رہی تھی۔ مسلمانوں کو تقسیم در تقسیم کیا جا رہا تھا جبکہ دروازے پہ تاتاری فوجیں دستک دے رہی تھیں اور بالآخر بغداد جیسا شہر تباہ ہوا' کتب خانے تباہ ہوئے اور لوگ آپس میں الجھے ہوئے مارے گئے تاریخ نے پھر اپنے آپ کو دہرایا اور ہم نے بغداد کو پھر سے اجڑتے دیکھا وہی بغداد ہے اور اس کی وہی گلیاں ہیں وہی دریا درمیان میں ہے' وہی مسلمان ہیں اور وہی عالم کفر ہے اور چنگیزی تو شائد تیر سے' تلوار سے' خنجر سے کاٹتے تھے آج کل عجیب و غریب آلات گیسوں کی صورت میں بموں کی صورت میں' ٹولوں کی صورت میں بن گئے ہیں جو جسموں کو صرف قتل نہیں کرتے بلکہ بعض ایسے ہیں جو جسموں کو پگھلا دیتے ہیں بعض ایسے ہیں جو راکھ کر دیتے ہیں۔ جلا دیتے ہیں وہی سب کچھ اُس بغداد پر پھر بیت رہا ہے اور اُسی طرح جس طرح اُس زمانے میں اردگرد کی مسلمان ریاستیں اپنی باری کا انتظار کر رہی تھیں آج پھر بالکل اُسی طرح دوسری مسلمان ریاستیں اپنی باری کا انتظار کر رہی ہیں اور ہر کوئی اُسی قاتل کے دامن میں پناہ لینا چاہتا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے! یہی حال اُس زمانے کا بھی تھا لیکن کیا اس تاتاریوں کی اس تباہی نے اسلام ختم کر دیا تھا؟ اسلام میں وہ قوت ہے کہ بالآخر ہلاکو بھی مسلمان ہوا اور جب یورپ سے مسلمانوں کو نکال کر عیسائی خوش ہو رہے تھے کہ ہم نے مشرق وسطیٰ میں اور ریاستوں میں مسلمانوں کو تاتاریوں سے تباہ کرا دیا اور یورپ سے ہم نے نکال دیئے۔ اُس وقت تاتاری اسلام کا جھنڈا لیکر یورپ میں داخل ہو رہے تھے اسی پر علامہ مرحومہ نے کہا تھا کہ پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے۔ اسلام ختم نہیں ہوا اسلام کے نام پر اسلام سے بے وفائی کرنے والے ختم ہوئے۔ اسلام

کے نام پر عیاشی کرنے والے مارے گئے۔ اسلام کے نام پر دولت جمع کرنے والے عیش کوش لوگ تباہ ہوئے اسلام باقی رہا اور وہ قادر ہے۔

فسوف یاتی اللہ یقوم یحبھم ویخبو نہ'

وہ قادر ہے تمہیں تباہ کر دے گا کسی اور قوم کے دل میں اپنی محبت کا دیا جلا دیگا۔ وہ اُس پر فدا ہونا شروع ہو جائیں گے وہ بالکل وہی سماں ہوا کہ جو مسلمان نام مسلمان تھے اور عمل سے بیگانہ تھے وہ تباہ ہوئے اور جو اُن کو تباہ کرنے آئے تھے اور اسلام کو مٹانے آئے تھے انہوں نے کلمہ پڑھ لیا اور اسلام کا جھنڈا بلند کر کے اُس پر جانثار ہونے لگے آج وہی سماں ہے۔ یہ ساری صورت حال اس لئے عرض کی کہ آج کفر کے سہارے پر حکومت کرنے والے اور حکومت کے خواہش مند بھی موجود ہیں اسلام کا نعرہ لگا کر اسلام کے خلاف زندگیاں گزارنے والی عوام بھی موجود ہے اور اُسی میں وہ لوگ بھی ہیں جو جانیں فدا کر دیتے ہیں جان پہ کھیل جاتے ہیں۔

آگ ہے اولاد ابراہیم ہے نمرود ہے۔ پھر وہی منظر نامہ ہمارے سامنے موجود ہے یہ ساری قوتیں آج مختلف افراد کی شکل میں افراد گزر گئے تاریخ تو موجود ہے اور تاریخ کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو آپ افغانستان میں دیکھ لیں' عراق میں دیکھ لیں' پاکستان میں دیکھ لیں کشمیر میں دیکھ لیں دوسرے ممالک میں دیکھ لیں تو بالکل وہی منظر آپ کو نظر آئے گا ایک کمی ہے کہ کوئی ببرس نہیں۔ فدائین میں کوئی ببرس نہیں جو انہیں کسی نظم میں پروئے انہیں کوئی مقصد دے اور وہ باطل کو شکست دے سکیں لیکن یاد رکھیں کوئی بھی جو ڈرامہ پروڈیوس کرتا ہے' تو وہ پروڈیوسر جو ہوتا ہے۔ وہ کمی نہیں چھوڑتا سارے کردار بناتا ہے جتنے کردار اُس ڈرامے میں ضروری ہوتے ہیں وہ سارے بناتا ہے اور بڑے چن چن کر بندے رکھے جاتے ہیں کہ ڈرامہ کامیاب ہو اگر قدرت یہ ڈرامہ پھر سے پروڈیوس کر رہی ہے اور پھر سے دنیا کے سٹیج پر یہ سجایا جا رہا ہے تو یہ ممکن نہیں کہ باقی اداکار تو ہوں اور اُس میں ہیرو نہ ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے اس کا مطلب کوئی ببرس بھی ہوگا تو ڈرامے میں کردار اپنے اپنے وقت پہ نمودار ہوتے ہیں ابھی شائد ولن سامنے آ رہے ہیں ابھی شائد ڈرامے کی سٹوری یا کہانی اس مقام پر نہیں پہنچی کہ ہیرو سامنے آئے اور جب بھی فلموں میں ڈراموں میں اب لوگ قرآن وحدیث کی بجائے شائد فلموں' ڈراموں کی مثال دی جائے تو زیادہ سمجھتے ہیں زمانہ ان کا ہے ناں بات سمجھانے کیلئے عرض کر رہا ہوں کہ فلموں میں ڈراموں میں ایک خاص Sititution create کی جاتی ہے جو بڑی اندوہناک ہوتی ہے پھر کوئی بندہ بہت مظلوم ہوتا ہے یا کوئی خاتون بہت مصیبت میں پھنس چکی ہوتی ہے اور ہر طرف وہ مارنے والے اور لوٹنے والے لوگ ہی ہوتے ہیں تو جب وہ انتہائی خطرناک ایک صورتحال بن جاتی ہے تو اچانک ہیرو نمودار ہو جاتا ہے تو میرے خیال میں یہ جو ڈرامہ سٹیج ہو رہا ہے اس میں تاتاری موجود ہیں' حسن بن صباح خدائی دعویٰ کرنے والا اور اُس کے فدائین موجود ہیں۔ وہ مخلوق موجود ہے جن کی بچیاں اغوا کی جا رہی ہیں۔ جن کے بیٹے قتل کیے جا رہے ہیں جن کے گھر اجاڑے جا رہے ہیں اور جن پر ظلم کا بازار گرم ہے وہ بھی موجود ہیں اب صورتحال شائد ابھی اُس حد تک نہیں پہنچی جہاں کوئی ہیرو بھی ظاہر ہوگا۔ ظاہر ہے اگر ہلاکو ہے' حسن بن صباح ہے تو ببرس بھی ہوگا اس کے بغیر تو ڈرامہ مکمل نہیں ہوتا لیکن وہ کب ہوگا اب یہ جو ڈرامہ دکھا رہا ہے جس نے ڈرامہ سٹیج کیا ہے جس نے ڈرامہ لکھا ہے جس نے ڈرامے کے کردار بنائے ہیں اور جو اُسے دنیا کے سٹیج پر پروڈیوس کر رہا ہے وہ خود ہی بہتر جانتا ہے کہ اُس نے ببرس کو کہاں چھپا رکھا ہے اور کب ظاہر کرے گا لیکن یہ بات یقینی ہے کہ سلطان ببرس بھی ظاہر ہوگا ورنہ تو ڈرامہ مکمل نہیں ہوتا

سارا کھیل اُدھورا رہ جاتا ہے۔ تو اللہ کریم کوئی ایسا بندہ بھی ضرور پیدا کریں گے جوان فدائین کو ضائع ہونے سے بچا کر انہیں منظم کرے گا اور یہ برائی کے خلاف لڑیں گے کسی فرد کے خلاف نہیں۔

اسلام کسی فرد کسی ذات سے تعرض نہیں کرتا اسلام کی جنگ جہالت سے ہے یہ بھی بڑی عجیب بات ہے ہمیں یہ ذہن نشین کرا دیا گیا کہ اسلام کفر کے مقابل ہے اسلام کفر کے مقابل نہیں ہے کفر جو ہے یہ پھل ہے اصل بات جہالت ہے۔ اللہ کی عظمت سے نا آشنائی اُس کے پیغمبر ﷺ کی عظمت صداقت سے نا آشنائی اصل مرض جہالت ہے اسلام علم ہے نور ہے۔ جہالت تاریکی ہے ظلمت ہے یہ نور اور ظلمت کا مقابلہ ہے اسلام جہالت کے مقابلے میں علم عطا کرتا ہے کفر شرک یہ جہالت پر پھل لگتے ہیں جب اللہ کی عظمت سے کوئی نا آشنا ہوتا ہے اور صداقت رسالت اور کتاب اللہ کی صداقت سے بے بہرہ ہوتا ہے تو یہ جہالت اسے کفر و شرک تک لے جاتی ہے اصل جڑ جو ہے کفر و شرک کی یا بُرائی کی یا ظلم کی یہ جہالت ہے اور اسلام نور ہے اور اسلام علم ہے ایک عام آدمی کو آپ کسی چرواہے سے پوچھ لیں جسے لکھنا پڑھنا نہیں آتا وہ یہ جانتا ہے کہ مجھے اللہ نے پیدا کیا ہے میں عالم امر سے میری روح آئی ہے مجھے مرنا ہے مجھے برزخ میں جانا ہے پھر قیامت قائم ہوگی، محاسبہ ہوگا، نیکی بدی کا حساب ہوگا اُس کے بعد جنت دوزخ ہے تو کونسا سائنسدان ہے جو اپنی سائنس سے یہ حقیقتیں جانتا ہو۔ اسلام ہے ہر مومن کو وہ علوم عطا کر دیئے ہیں جو دنیاوی بڑے سے بڑے فاضل کے پاس نہیں ہیں لکھنا، پڑھنا، جاننا علم نہیں ہے۔ علم جاننے کا نام ہے جسے لکھنا پڑھنا نہیں آتا وہ بھی حقائق جانتا ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ فرمائے اور تعلیمات نبویؐ میں وہ طاقت ہے کہ جب کوئی خلوص دل سے کلمہ پڑھتا ہے دین قبول کرتا ہے تو یہ حقائق اُس تک چلے جاتے ہیں۔

آپ موسیٰ علیہ السلام کے جادوگروں کو دیکھیے کہ وہ میدان میں آنے سے پہلے فرعون سے مطالبہ کر رہے ہیں ان لنا لاجرا ان کنا نحن الغلبین.o

اگر ہم غالب آ گئے موسیٰ اور ہارون علیہم السلام پر تو پھر ہم انعام کے خاص انعام کے مستحق ہونگے فرعون سے انعام کا مطالبہ کر رہے ہیں اور فرعون بھی بڑا مہربان ہے کہہ رہا ہے یار ان سے میری جان چھڑاؤ۔ انکم لمن المقربین. میں تمہیں اپنے دربار میں اور اپنے مقربین میں کرسیاں دوں گا تمہارا مقام ہوگا تم شاہی مجلس میں بیٹھنے والے لوگ بن جاؤ گے لیکن عین جب میدان مقابلہ میں آئے۔ بات تھوڑی سی انہوں نے کوئی بڑا تیر نہیں مارا۔ موسیٰ علیہ السلام کو نبی اور رسول نہیں مانتے تھے ایک بات کے قائل تھے کہ جادوگر بہت پائے کا ہے جس نے فرعون کو بھی چکرا کے رکھ دیا تو ہر فن کا بندہ اپنے فن کے باکمال لوگوں کی عزت کرتا ہے تو انہوں نے اُس طرف سے احترام کرتے ہوئے انہوں نے ادب سے عرض کیا کہ آپ اپنا کمال پہلے دکھائیں گے یا ہمیں اجازت ہے ہم کچھ کریں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم کرو جو کرنا ہے اب یہ جو انہوں نے احترام دیا اللہ کے نبی کو یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ اللہ کا رسول ہے لیکن احترام دیا اس ایک چھوٹی سی بات نے رحمت الٰہی کو اُنکی طرف متوجہ کر دیا اب انہوں نے وہ رسیاں اور لاٹھیاں اور کیا کیا جو میدان میں لکڑیاں اور رسے پڑے تھے۔

سحروا اعین الناس یخیل الیہo

لوگوں کی آنکھوں پہ ایسا جادو کر دیا کہ اُن کی قوت متخیلہ متاثر ہوگئی انہوں نے وہ سانپ اور اژدھا نظر آنے لگ گئے یعنی لکڑیاں سانپ بنی نہیں لاٹھیاں سانپ بنی نہیں۔ رسے سانپ بنے نہیں۔ سحروا اعین الناس۔ دیکھنے والوں کی نگاہوں پہ جادو ہوا انہیں سانپ نظر آنے لگے اب نگاہ جو کچھ دیکھتی ہے۔ وہ قوت متخیلہ کو تصویر

بھیجتی ہے۔ **یخیل الیہ من سحر ھم انھا تسعیٰ**۔ نگاہوں پہ ایسا جادو کیا کہ انہوں نے قوت متخیلہ کو جو تصویر بھیجی وہ بھاگتے' دوڑتے ہوئے اژدھاؤں کی اب جادو کا توڑ یہ تھا کہ اُن سے تکڑا جادوگر ہوتا اُن کے جادو کو باطل کر دیتا اور لوگوں کو پھر سے وہ لکڑیاں اور رسے نظر آنے لگ جاتے لیکن جب موسیٰ علیہ السلام نے عصاء ڈالا تو جو کچھ انہوں نے بنایا تو اُس نے نگلنا شروع کر دیا اور اُن کا وجود ہی ختم ہو گیا اللہ نے انہیں یہ شعور عطا کر دیا کہ اگر یہ جادوگر ہوتا ہمارا جادو باطل کر دیتا۔ رسے اور لکڑیاں' لاٹھیاں وہ تو میدان میں رہتی اب اتنی سی لاٹھی ہے سب کچھ کھا گئی ہے اور انہوں نے ہاتھ میں لی تو ہاتھ میں لینے کی لاٹھی ہے یہ جادوگر نہیں یہ اللہ کا نبی اور رسول ہے فرعون ناراض ہو گیا اُس نے کہا میں تمہارے ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دوں گا اور کھجوروں کے تنوں کے ساتھ تم سب کو سولی پہ لٹکاؤں گا تو جو وہ جواب دے رہے ہیں وہ بہت عجیب ہے وہ کہتے ہیں تجھ سے جو ہو سکتا ہے کر ہمیں یہ فخر ہوگا کہ ہم پہلے پہلے مسلمان اور پہلے پہلے شہید ہونگے اللہ کی بارگاہ میں جائیں گے وہاں ہم سے جو جرم ہوا ہے زندگی بھر یہ جادوگری کا اور پھر اللہ کے نبی کے مقابلے میں آنے کا شہادت کا خون اس کو دھو دے گا یہ معاف ہو جائے گا اور اللہ ہمیں جنت میں بھیج دے گا تو یہ ان سے تو موسیٰ علیہ السلام کی تو بات بھی نہیں ہوئی تھی۔ فرعون سے یہ اگلی آخرت کی باتیں' برزخ کی باتیں' قیامت کی باتیں حساب کتاب کی باتیں انہیں کس نے بتا دیں؟ رشتہ ایمان وہ مضبوط واسطہ ہے کہ جب واقعی ایمان نبی کے ساتھ نصیب ہوتا ہے تو علوم نبوت کی جھلک قلب مومن میں آ جاتی ہے۔

آج کا ہمارا چرواہا بھیڑیں چرانے والا' جانور چرانے والا' جنگل میں کھیتوں میں ہل چلانے والا جو آخرت کی باتیں کرتا ہے' قیامت کی باتیں کرتا ہے یہ نور ایمان سے اس کے دل میں آ گئی ہیں میری اور آپ کی اس میں کوئی محنت نہیں یہ وہ قوت ہے نور ایمان میں وہ قوت ہے معیت رسول میں وہ قوت ہوتی ہے علوم نبوت میں وہ قوت ہوتی ہے کہ سارے قرآن کریم کو دیکھو ساری تفاسیر کو دیکھو کہیں جادوگروں کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات یا تعلیم و تربیت ثابت نہیں۔ مقابلے میں تھا' فرعون بھی تھا' اُس کے لوگ بھی تھے تماشہ بنا ہوا تھا وہیں انہیں تو یہ نصیب ہوئی وہیں اُن پر سزا جاری کر دی گئی اور وہ کہہ رہے ہیں کہ ٹھیک ہے کاٹ دو ہاتھ پاؤں یہ ہاتھ پاؤں کٹ جانے چاہیں انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی ہے۔ یہ خون بہنا چاہیے کہ ہم نے ساری عمر جادو کے کرتوت کیے ہیں وہ دھل جائیں گے اور ہم اللہ کے حضور پیش ہونے جا رہے ہیں وہ ہم پر کرم فرمائے گا ہمارے گناہ معاف کر دے گا اور ہم سے درگزر فرمائے گا اور ہمیں شہدا میں جگہ دے گا اب یہ برزخ کی' آخرت کی' قیامت کی یہ ساری کہانی کس نے انہیں سنا دی؟ وہ ایک لحہ جو ایمان کا نصیب ہوا اُس نے ان کے قلوب کو قلب پیغمبر سے اس طرح پیوست کر دیا کہ علوم نبوت کے چشمے اُن کے دلوں کو بھی سیراب کر گئے۔

تو اللہ کرے کہ کوئی سلطان ببرس بھی ظاہر ہو اور ہو گا اب یہ ڈرامہ اپنے کمال کو پہنچ گا غالباً نبی کریم ﷺ نے اسی کے کمال کو غزوۃ الہند فرمایا ہے اب باتیں تو انتہا کو پہنچ گئی ہیں یہ کہہ دیا گیا ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر حملہ کریں گے تو پھر باقی کہنے کو تو اب کچھ نہیں بچا یعنی اب مسلمان کیلئے کوئی ایسی گالی بچی نہیں جو اسے دی جائے کوئی ایسا دعویٰ بچا نہیں جو اُسے بھڑکانے کیلئے کیا جائے' کوئی ایسی سخت بات باقی نہیں بچی جو اس سے بڑی کہی جائے۔ جہاں تک عمل کا تعلق ہے تو ہو رہا ہے اور اب لگتا یہ ہے کہ بش صاحب کی مدت صدارت پوری ہونے والی ہے غالباً جو بھی ان کی جگہ آئے گا وہ کوشش کرے گا کہ عراق سے فوجیں نکالے۔ لیکن مصر اس بات پر ہیں کہ عراق سے نکال لیں گے

افغانستان سے نہیں گویا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پھر پوری طاقت طاغوتی، طاقتوں کی پوری توجہ اس خطہ کی طرف متوجہ ہو جائے گی اور دوسری غیر مسلم طاقتوں کو بھی ابھارا جائے گا اور اللہ کرے گا کوئی فدائین کو منظم کرنے والا بھی میدان میں آجائے گا اور یوں جب کبھی بات میں کیا کرتا تھا تو لوگ اُسے دیوانے کی بڑ کہا کرتے تھے لیکن اب یہ ڈرامہ کھل رہا ہے سٹیج ہو رہا ہے، سامنے آرہا ہے اور اب شائد نظر آرہا ہے کہ غزوۃ الہند برپا ہوگا۔

یہ ساری اتنی لمبی بات کل بھی اور آج بھی کرنے کا میرا مقصد یہ ہے کہ لوگ اپنی جانیں بے مقصد ضائع نہ کریں خود کو منظم رکھیں اللہ کو یاد کریں اپنے آپکو جسمانی طور پہ بھی فٹ رکھیں اور تیاری رکھیں کہ شائد اللہ یہ سعادت ہمیں بھی نصیب کردے، ہم بھی اس میں کام آجائیں۔

اور اگر خدانخواستہ اُس سے پہلے موت نے آلیا تو یہ قاعدہ ہے اللہ کریم نے فرمایا کہ جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرتا ہے خواہ اُسے پہلے قدم پر موت آجائے اللہ اُسے مہاجر تسلیم کر لیتا ہے غزوۃ الہند کی تیاری کیلئے خلوص دل سے جو کسی فرد کے خلاف نہیں، کسی سیاسی طاقت کے خلاف نہیں، کسی حکومت کے خلاف نہیں بلکہ ظلم کے خلاف، زیادتی کے خلاف طاغوتی طاقتوں کے خلاف عدل کے قیام کیلئے انصاف کے قیام کیلئے حق کے قیام کیلئے جو لوگ اپنے آپ کو تیار رکھیں گے اگر موت بھی آگئی تو اللہ انہیں محروم نہیں کرے گا اللہ کے کرم سے امید ہے کہ وہ ہمیں انہی مجاہدین میں شامل فرمائے گا جو غزوۃ الہند میں شریک ہونگے اور یہ دعا کیا کرو کہ اللہ واقعی ہمیں اس میں شرکت کی سعادت نصیب فرمائے میں تو یہ دعا کرتا ہوں اور دل بھی چاہتا ہے کہ اللہ کرے ایسا ہو لیکن زندگی ریت کی طرح انسان کی مٹھی سے بہتی رہتی ہے اور وہ نہیں جانتا کتنی ریت مٹھی میں باقی ہے یا مٹھی خالی ہو چکی ہے تب پتہ چلتا ہے جب کچھ نہیں بچتا موت کو اپنے وقت پہ آنا ہے موت آئے تو یہ آرزو تو دل میں موجود ہو کہ اللہ مجھے اُن مجاہدین میں شامل کرے اپنی جانوں کو اپنی قوت کو اپنے آپ کو ضائع نہ کرو ایک مقصد کیلئے باقی رکھو۔

اللہ کریم توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائے اور اپنے بندوں میں شامل فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

..........☆☆☆..........

امیرالمکرّم کے بیانات ''ٹی وی چینل'' پر

الحمدللہ امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کے پنجابی کے تفسیر قرآن کے بیانات ''اپنا'' ٹی وی چینل (پنجابی) پر باقاعدگی کے ساتھ ٹیلی کاسٹ ہونا شروع ہو گئے ہیں بیانات شام پانچ بجے کے خبرنامے کے بعد اور صبح 5:15 روزانہ نشر ہو رہے ہیں۔ تمام ساتھیوں سے گزارش ہے کہ بیانات باقاعدگی کے ساتھ سنیں اور دیگر دوست احباب کو بھی مطلع کریں۔

رحمت اللہ ملک، 6 مزنگ روڈ لاہور، فون نمبر 042-7310974، موبائل 0333-4363022

E-mail- rahmat@rahmat.com

سب کو نصیب کرے اور اس کا مصرف یہ ہے کہ اس سے احکام الٰہی کو سمجھنے کی توفیق ملے۔

سوال :- کیا خواتین کو ذکر کروایا جاسکتا ہے؟

جواب :- جس طرح خواتین ہر شعبہ زندگی میں مرد حضرات سے علم حاصل کرتی ہیں اسی طرح حدود شرعی کے اندر رہتے ہوئے ذکر اللہ بھی سیکھ سکتی ہیں۔

سوال :- کسی شخص کو جب پہلی مرتبہ ذکر کرایا جاتا ہے تو کیا ذکر کرانے والے ساتھی کو کوئی خاص خیال رکھنا پڑتا ہے۔

جواب :- کچھ بھی نہیں۔ بس اسے ذکر کا طریقہ بتادو اور پاس بٹھا کر ذکر کرادو۔ باقی اللہ کریم خود جانتا ہے، وہ کرالے گا۔

سوال :- ذکر کے دوران اذان شروع ہو جائے تو حضور اکرم ﷺ کے نام نامی پر درود پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

جواب :- بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں اذان کا جواب نہیں دینا چاہیے مثلاً نماز کی حالت میں، رفع حاجت کے وقت جنسی اختلاط کے دوران خطبہ سنتے وقت یا کوئی عالم دین پڑھنے پڑھانے میں مصروف ہو تو ان لوگوں کو چاہیے کہ فراغت کے بعد اذان کے کلمات کہہ لیں، بشرطیکہ زیادہ دیر نہ گزری ہو' کھانا کھاتے ہوئے' اذان کا جوابدیں تو جائز ہے لیکن ضروری نہیں' اسی طرح دوران ذکر بھی اذان کا جواب نہ دیا جائے۔

سوال :- بے نمازی کے ہاتھ کی یا بازار کی بنی ہوئی اشیاء کھانے سے لطائف یا مراقبات پر اثر پڑتا ہے؟

جواب :- اگر یہ چیزیں پاک بھی ہوں تو بازار میں پڑے ہونے کی وجہ سے ان چیزوں میں خاص طرح کی نحوست پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک حلال ہونا ہوتا ہے اور ایک طیب' طیب وہ تب ہوگا جب بنانے والا خود طیب ہو' جو ہاتھ اس میں ڈالا وہ پاکیزہ ہو۔ اگر حلال کا سارا اہتمام بھی ہو لیکن اگر طیب نہیں ہوگا تو طیب نہ ہونے کی وجہ سے اس میں جو غبار آتا ہے۔ وہ لطائف یا اس قلب پر بھی آئے ہر آدمی کی ایک ریفلیکشن ہوتی ہے بے نمازی' حریص' بھوکا' پاکیزگی کا خیال نہ کرنے والا وغیرہ۔ تو بازاری کھانے پر جتنے بھی لوگوں کی نظر پڑے گی ان سب کی ریفلیکشن بھی اس کھانے پر پڑے گا۔ یہ ریفلیکشن غبار کی طرح ہوتی ہے جب ہم لطائف کیا کرتے تھے تو ہم تین چار ساتھی ہوتے تھے حضرتؒ فرماتے تھے کہ نماز تو ضرور باجماعت پڑھو لیکن صرف فرض، سنتیں پڑھ کر جاؤ اور باقی بہتر ہے کہ گھر آکر پڑھو اور اگر مسجد میں ہی پڑھنی ہوں تو نمازیوں سے الگ ہو کر پڑھو کہ نمازیوں کی جو حالت ہے وہی تمہارے لطائف بند کر دینے کے لئے کافی ہے۔ تو بے نمازیوں کا تو پھر حال ہی الگ ہے۔ ایسے نمازی بھی جن کے لطائف روشن نہیں ہوتے ان پر دنیاوی سوچیں' دنیاوی غبار اور معاملات کے افکار مسلط ہوتے ہیں وہ بات نہ بھی کریں ساتھ مل کر نماز پڑھنے سے بھی لطائف متاثر ہوتے ہیں۔ باقی گپ شپ اور محض بازار میں جا کر بیٹھ جانا یا محض وقت گزارنے کے لئے چلے جانا یہ سب تو نرا مضر ہے یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو نقصان پہنچاتی رہیں۔

سوال :- ساتوں لطیفہ سلطان الاذکار صرف بدن کا لطیفہ ہے یا روح اور بدن دونوں کا؟

جواب :- میرے بھائی لطائف بنیادی طور پر ہیں ہی عالم امر کی چیز اور روح کا حصہ ہیں صرف ساتواں ہی نہیں' لطائف سارے کے سارے ہی عالم امر کی چیز ہیں حضرت مجددؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ انسان صرف پانچ چیزوں کا ہی نہیں (آگ' ہوا' پانی' مٹی اور ان کے ملنے سے نفس بنا) بلکہ یہ دس چیزوں کا مرکب ہے۔ جس میں قلب' روح' سری' خفی اور اخفاء بھی ہیں' لطائف بنیادی طور پر روح کا خاصہ ہیں چونکہ روح سارے بدن میں سرایت ہے تو روشن لطائف سے بالواسطہ بدن بھی متاثر ہوتا ہے اور جب سارے بدن کو اس کی روشنی پہنچتی ہے تو بدن کا ہر ذرہ ذاکر بھی ہو جاتا ہے اور منور بھی ہو جاتا ہے

جیسے قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔ **ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ.** اور حق یہ ہے کہ جب تک اجزائے بدن ذاکر نہ ہوں تب تک کم ازکم اس پر سے غفلت نہیں جاتی۔ اگر عابد وزاہد بھی ہو تو حضوری کی کیفیت اس میں پیدا نہیں ہوتی۔ عبادت میں بھی غافل ہی رہتا ہے اور عبادت سے باہر تو اس پر کیفیت وارد ہی نہیں ہوتی۔ اس لئے تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ مرحوم نے ذکر قلبی کے حصول کو ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے واجب لکھا ہے۔

سوال:- اہل تصوف کے دو نظریات وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا کیا مطلب ہے وضاحت فرمایئے؟

جواب:- صوفیا کے مختلف مدارج' مراقبات اور کیفیات ہوتی ہیں جس طرح علوم ظاہری میں اسباق چلتے ہیں اسی طرح کیفیات باطنی بھی سبق در سبق چلتی ہیں اور جنہیں مشاہدہ ہے اندازہ فرماتے ہوں گے کہ جب ''مراقبہ فنا'' کیا جاتا ہے تو اس میں ہر چیز فنا ہوتی نظر آتی ہے حتی کہ ساری کائنات فنا ہو جاتی ہے کچھ باقی نہیں بچتا۔ اسکے بعد جب بقا باللہ کا مراقبہ کیا جاتا ہے **ویبقی وجہُ ربک ذوالجلال والکرام.** تو ہر وجود کے ساتھ قادر مطلق کے انوارات نظر آتے ہیں جن کی وجہ سے وہ قائم ہے تو قائم ذات صرف اللہ کی ہے باقی سارے وجود اس کے قائم رکھنے سے قائم ہیں اپنی ذاتی کوئی حیثیت نہیں ہے جب اس کیفیت سے صوفیاء' گزرے تو انہوں نے یہ کہا کہ وجود دراصل ایک ہی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ۔ جو ازل سے ابد تک ہے ہمیشہ ہے اور ہر حال میں باقی سب نہ ہونے کے برابر ہیں اور صرف اس کے قائم رکھنے سے قائم رہتے ہیں اس کے مٹا دینے سے مٹ جاتے ہیں اسے ''وحدت الوجود'' کا نام دیا گیا ہے کہ وجود صرف ایک واحد ہے لاشریک ہے شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ نے جب اس نظریے کو اپنی کتاب میں جگہ دی اور اس پر بحث فرمائی تو پھر یہ مستقل ایک نظریہ بن گیا بعد میں جو لوگ آئے ان کا کمال نہ علوم باطنی میں اس پائے کا تھا نہ علوم ظاہری میں ان کے علوم اس پائے کے تھے تو اس میں ایک قباحت آ گئی۔ بجائے اس کے کہ یہ سمجھا جاتا کہ اللہ ہی باقی ہے جو کچھ ہے یہ فانی ہے سمجھا یہ جانے لگا کہ ہر وجود میں اللہ ہے۔

وحدت الوجود کا جو مفہوم تھا وہ یکسر بدلنے لگا تو یہ ہندوؤں والا عقیدہ بننے لگ گیا تھا جیسے ہر وہ طاقت جسے وہ ناقابل تسخیر سمجھیں وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں بھگوان موجود ہے۔ ان قباحتوں کی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس کے مقابلے میں بدل کر ''وحدت الشہود'' کا لفظ دیا کہ ہر چیز ہر وجود اس کی وحدت پہ گواہ ہے یعنی ہر وجود کی ذات اس کی قدرت کاملہ پہ گواہ ہے اور اس کی شہادت دے رہی ہے تو یہ ان قباحتوں سے بچنے کے لئے اس کی اصلاحی صورت تشکیل دی گئی اور اصل بات نکھر کر سامنے آ گئی تو ہر وجود کی اپنی ایک حیثیت ہے چونکہ اللہ نے اسے تخلیق فرمایا ہے اسے حقوق دیے ہیں اسے زندگی دی ہے یا اسے شعور دیا ہے لیکن وہ گواہ ہے اللہ کی قدرت کاملہ پر۔ تو وحدت الشہود سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی گواہی ہر وجود دے رہا ہے اور سب کی شہادت اللہ کی قدرت کاملہ پر اس کے خالق اور اس کے قادر مطلق ہونے پر ہے۔ ان خطرات سے بچنے کے لئے جو لوگوں کی علمی یا باطنی استعداد کی کمزوری کی وجہ سے وحدت الوجود کی اصطلاح سے در آئے تھے ان سے بچنے کے لئے یہ راستہ اپنایا گیا۔ تو اپنی اصل میں دونوں درست ہیں اصطلاحات ہیں ان میں اختلاف نہیں ہے۔ دراصل یہ اہل علم کی باتیں ہیں اور ایسے لوگوں کی باتیں ہیں جن کے پاس علوم ظاہر بھی ہوں اور انہیں کمالات باطنی بھی حاصل ہوں۔ جب عوام کی سطح پہ آتی ہیں تو وہ اپنی استعداد اور اپنی سمجھ اور اپنے علم کے مطابق اسے سمجھتے ہیں اور اس میں غلطیاں ہوتی ہیں اور بات ایک ہی ہے اس کے لئے اصطلاحیں دو ہیں اور یہ تو بنیادی عقائد میں سے ہے کہ اللہ کریم باقی ہے باقی ہر چیز فانی ہے۔

..........☆☆☆..........

اعتکاف کی حقیقت

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیمo

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo

ہر کام کو اُس کے کرنے کے ضابطے کے مطابق اور پورے خلوص سے کیا جانا چاہئے۔ یہ دونوں باتیں مکمل ہوں خلوص نیت بھی ہو، خلوص قلبی بھی ہو، پوری توجہ سے کرے اور سارے طریقے سلیقے اور احکام کی پابندی بھی کرے۔ اس کے بعد بھی ثمرات اللہ جل شانہ، کی مرضی پہ ہیں کس کو کتنا دیتا ہے؟ قبول فرماتا ہے یا نہیں۔ چونکہ اللہ محتاج نہیں ہے اور ہم محتاج ہیں۔ ہمیں غلط فہمی یہ ہو جاتی ہے کہ جب ہم نے خانہ پُری کر دی تو کام ہو گیا۔ یہ کام خانہ پُری سے نہیں ہوتا۔ مثلاً اعتکاف کی سعادت نصیب ہوئی تو یہ بہت بڑا اُس کا احسان ہے۔ اُس کی بے شمار مخلوق ہے، کتنے پری چہرہ دراز قد، دولت مند صاحب ثروت ایسے ہیں جو نور ایمان سے بھی محروم ہیں۔ نہ اُن کا ظاہری حُسن اُن کے کسی کام آیا۔ نہ اُن کا مال و دولت اُن کے کسی کام آیا۔ نہ اقتدار و اختیار کسی کام آیا۔ کتنی بے شمار دوسری خوبیوں کے حامل ایسے لوگ ہیں جنہیں ایمان بھی نصیب نہیں، پھر جنہیں ایمان نصیب ہے اُن میں کتنی ایسی تعداد ہے کہ جنہیں صلوٰۃِ خمسہ بھی نصیب نہیں۔ خود رمضان شریف میں چوریاں کرتے پھرتے ہیں، ڈاکے مارتے پھرتے ہیں، قتل و غارت گری کرتے پھرتے ہیں۔ آخر کہلانے کو تو وہ بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ کتنی مخلوق ایسی ہے جنہیں عبادت تو نصیب ہے مگر اعتکاف کی فرصت نہیں ملی۔ نصیب نہیں ہوا۔ تو گنتی کے چند لوگوں کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ اب یہ اُن کی مرضی ہے کہ وہ اُسے خانہ پُری میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ اپنی نیکی اور اپنی پارسائی کا اشتہار بنانا چاہتے ہیں یا اُس کے مقصد کو پانا چاہتے ہیں۔ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ اعتکاف کے جو لمحات ہیں وہ سوائے اللہ کے کسی سے کوئی رابطہ نہ رہے۔ گنتی کے دن ہیں اگر سنت اعتکاف ہے تو آخری عشرہ رمضان المبارک کا دس ہوں گے یا نو روزے ہوں گے۔ نفل ہے تو ایک دن ہے دو دن ہے، چار دن ہے، گنتی کا وقت ہے اور نفل اعتکاف کی کوئی قید نہیں ایک دن کا، ایک گھنٹے کا، دس منٹ کا۔ جتنی فرصت کسی کے پاس ہو مسجد میں آتا ہے اعتکاف کی نیت کر لے کہ جتنی دیر مسجد میں ہوں میں اعتکاف میں ہوں تو نفلی اعتکاف کا ثواب ہو گا لیکن اعتکاف سے مراد کیا ہے؟

مراد یہ ہے کہ حضورِ الٰہی ہر لمحے نصیب ہو۔ کل باہر سے ایک ساتھی آ رہے تھے۔ مجھے اسلام و علیکم کیا۔ میں نے کہا! آپ کا اعتکاف نہیں ہے۔ میرا نفلی ہے۔ بھئی نفلی ہے، ہے تو اعتکاف۔ جتنی دیر آپ معتکف ہیں اُس میں ساری شرائط وہی ہیں جو سنت کی ہیں۔ نفلی میں کوئی رعایت نہیں ہے کہ نفلی اعتکاف کا ارادہ کر لو پھر گپ شپ کرتے رہو۔ اور اعتکاف اگر نفلی بھی ہے، تو جتنے لمحے آپ معتکف ہیں ساری وہی شرائط ہیں جو مسنون اعتکاف میں ہیں۔ سارے احکام وہی ہیں، ساری پابندیاں وہی ہیں۔ اعتکاف

میں بالکل بات نہ کرنا بھی مکروہ ہے۔ گنگا بہرہ بن کے چپ کا روزہ چونکہ اسلام میں نہیں ہے۔ لیکن بلاضرورت بولنا اعتکاف کو نقصان پہنچاتا ہے۔ غیر ضروری بات نہ کی جائے۔ ایک یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ مسجد کے اندر تو بات کرنا درست ہے۔ مسجد کے اندر یہ بات درست نہیں ہے کہ کوئی باہر سے آ گیا یا کوئی معتکف ہی قابو آ گیا تو آپ کے بچے کتنے ہیں؟ آپ کا کاروبار کیا ہے؟ آپ کیا بیچتے ہیں؟ کیا کماتے ہیں؟ کیا کھاتے ہیں؟ یہ سب ویسا ہی ہے جیسا کوئی باہر سے آیا آپ اُس سے بات کریں گے یا مسجد میں معتکف سے بات کریں۔ بات کرنی چاہئے مثلاً پانی چاہئے تو صرف پانی مانگیں۔ آگے گپ شروع نہ کر دیں۔ کھانا چاہئے دوائی چاہئے۔ جتنی ضروری بات ہے وہ کریں یا پھر دین کی بات کریں۔ اللہ کی بات کریں۔ اللہ کے رسول ﷺ کی بات کریں۔ قرآن کی بات کریں۔ حدیث کی بات کریں۔ دین سیکھنے دین سکھانے کی بات کریں۔ اللہ کی بات اللہ کے حبیب ﷺ کی بات سارا دن کرتے رہیں۔ اس لئے کہ دین کی باتیں متوجہ الی اللہ کرنے میں معاون ہوتی ہیں توجہ الی اللہ کے لئے نقصان دہ نہیں ہوتیں۔ رکاوٹ نہیں بنتیں۔ لیکن دنیا کی بات دنیا کی طرف متوجہ کرتی ہے اور جو توجہ ذات باری کی طرف ہے اُسے کم کرتی ہے نقصان دہ ہے۔

انسان کا مزاج ایسا ہے کہ اس کے لئے بڑا مشکل ہے کہ یہ محض مان کر بیٹھ رہے۔ اللہ جل شانہ سامنے ہوتا تو شاید کوئی سانس بھی نہ لیتا اور بت بنا بیٹھا رہتا۔ پلک بھی نہ جھپکتا ٹک ٹک دیکھتا رہتا۔ لیکن یہ دیکھنے والے خاموش رہنے والے کا کمال تو نہ ہوتا۔ اُس کی ذات ہی ایسی ہے امتحان تو یہی ہے کہ جب میں نے کہہ دیا۔ میرے نبی ﷺ نے میری بات تم تک پہنچا دی۔ کہ میں تمہارے پاس موجود ہوں تم مجھے دیکھو، تم میری سنو۔ اب اس بات کو مان کر بیٹھو کہ اللہ میرے سامنے ہے۔ اگر یہ مشکل ہے تو یہی تو آزمائش ہے۔

ہو دیکھنے کا شوق تو آنکھوں کو بند کر
ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی

ساری کائنات سے اگر آپ نگاہ کو بند کر لیں اگر آپ اپنے خیالات کو روک لیں، اپنی سوچوں پر پہرہ بٹھا دیں کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ سوچیں۔ تو اللہ جل شانہ، کا دیکھنا کوئی محال نہیں ہے لیکن یہ مادی آنکھ اس دنیا میں نہیں دیکھ سکتی۔ آخرت میں تو۔ **فکشفنا غطاءک** تمہاری آنکھوں سے حجابات ہٹا دیئے گئے اور تمہاری آنکھیں بہت مضبوط تمہاری نگاہ بہت مضبوط کر دی گئی۔ آخرت میں تو اللہ کے بندے رب جلیل کو روبرو دیکھیں گے۔ لیکن آخرت کی نگاہ اور ہو گی۔

شب معراج کے واقعہ پہ جب یہ سوال پیدا ہوتا ہے تو علماء کی ایک جماعت کہتی ہے کہ ان دنیوی آنکھوں سے اللہ کو دیکھنا ممکن نہیں۔ لہذا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے جمال باری نہیں کیا۔ مگر اکثر علماء یہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اس عالم میں نہ تھے۔ **فکان قاب قوسین او ادنیٰ** ۔ یہ دنیا کے احکام دنیا پہ رہ جاتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ بارگاہ الوہیت میں حاضر تھے۔ آپ ﷺ کی نگاہ عالی عام انسان کی نگاہ نہیں ہے۔ نہ اس دنیا کی نگاہ عالی تھی۔ نہ اس عالم کے احکام اس پہ لاگو ہوتے ہیں اور نہ آپ ﷺ کی نگاہ عام تھی اور کوئی نگاہ ایسی نہیں ہے جو آخرت میں آپ ﷺ کی نگاہ سے بڑھ کر ہو جائے گی۔ لہذا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے جمال

باری میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ مازاغ البصر وما طغیٰ ○ سے بھی ثابت کرتے ہیں لیکن یہ حق ہے کہ آپ ﷺ کا ایمان اللہ کو دیکھ کر بھی ہے۔

ہم نے اللہ کے رسول ﷺ کو بھی نہیں دیکھا۔ اگر ہم نے اللہ کے حبیب ﷺ کو دیکھا ہوتا تو جن لوگوں نے دیکھا اُن کا یقین اس سے بھی بڑھ گیا کہ گویا انہوں نے خود اُن آنکھوں کو تو دیکھا جنہوں نے اللہ کو دیکھا۔ ہم نے نبی کریم ﷺ کو بھی اور اُن پاک نگاہوں کو بھی نہیں دیکھا جو جمال باری سے آشنا ہیں۔ لیکن اگر ہم اپنے اندر وہ یقین پیدا کر سکیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم کے مطابق تو آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی امت کے پہلے لوگ زیادہ اعلیٰ اچھے اور مقرب بارگاہ ہیں یا آخری، کونسا حصہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی مثال اُس بارش کی ہے جو ہوتی ہے تو اندازہ نہیں ہوتا اور رُکتی ہے تو جل تھل ہو جاتا ہے۔ کوئی نہیں سوچ سکتا کہ پہلے تیز تھی یا بعد میں تیز تھی۔ ایک دفعہ فرمایا کہ اُن لوگوں کی عظمت اللہ کے ہاں مسلمہ ہے جو میرے صدیوں بعد آئیں گے اور جنہوں نے مجھے دیکھا نہ ہوگا۔ مجھ سے سُنا کچھ نہیں ہوگا۔ اور نسلاً بعد نسلاً میری بات روایت ہو کر اُن تک پہنچے گی اور اُس پر اتنا یقین رکھیں گے کہ اُس پر جان دے دیں گے۔ پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ ایک طرح سے یہ محرومی ہے کہ ہم اُس عہد رسالت مآب ﷺ جس میں نور برستا رہا، پتھر سونا بنا، ہیرے بنتے رہے، لوہا سونے میں ڈھلتا رہا، نہ پا سکے۔ نصیب ہوتا تو اُس جیسی تو کوئی بات ہی نہ تھی لیکن چودہ سو سال بعد نور یقین حاصل کر کے اُس در پہ بیٹھ رہنا بھی بہت بڑی سعادت کی بات ہے اور یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ وہ یہ نعمت عطا کر دے۔

معتکف گویا ہر لحظہ بارگاہ الوہیت میں حاضر ہے۔ بندہ ہر آن اُس کے روبرو ہے۔ لیکن وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ بندہ تو بے خبر ہوتا ہے اُسے تو نہیں پتہ۔ اپنے کاروبار میں ہوتا ہے۔ اُدھر مگن ہوتا ہے اُسے اللہ یاد نہیں ہوتا۔ اپنے پیشے میں، موج میلے میں، گپ شپ میں، اپنے سفر میں تو وہی چیزیں اُس کے پیش نظر ہوتی ہیں اُس کے دل میں، دماغ میں، وہی چیزیں ہوتی ہیں۔ ذات باری کا کوئی تصور بھی نہیں ہوتا لیکن اللہ تو تب بھی ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ تو ہر وقت ہر جگہ موجود ہے۔ یہ سارا کچھ چھوڑ چھاڑ کر سب سے نکل کر ایک ایسا وقت مختص کر لینا یوں تو جب بھی مسجد میں بیٹھنے کی فرصت ملے اعتکاف کی نیت کی جا سکتی ہے۔ اُس کے لئے کوئی رمضان ہی ضروری نہیں ہے غیر رمضان میں بھی کی جا سکتی ہے لیکن رمضان المبارک پھر اُس کا آخری عشرہ جس کی بے شمار فضیلتیں اور جس میں لیلۃ القدر جیسی نعمتیں اور راحتیں ہیں پھر سنت محمد رسول اللہ ﷺ پر عمل کرتے ہوئے۔

آپ ﷺ اعتکاف میں جبرائیل امین علیہ السلام کے ساتھ قرآن حکیم کا دور فرماتے تھے۔ سب سے زیادہ مصروفیت جو اعتکاف میں رسول اللہ ﷺ کی ہوتی تھی وہ قران حکیم کا دور فرمایا جاتا تھا۔ اس لئے معتکف کو چاہئے قرآن پڑھتا رہے، درود شریف پڑھتا رہے، تسبیح پڑھتا رہے، توجہ اپنی اللہ ہی کی طرف رکھے۔ متوجہ الی اللہ ہی رہے۔ وضو کرنے بیٹھے تو وضو کی تسبیحات پڑھتا رہے۔ چل رہا ہے، سفر کر رہا ہے، آ جا رہا ہے، درود شریف پڑھتا رہے۔ تسبیح و تحمید کرتا رہے اور اس بات سے بے نیاز ہو جائے کہ کہاں کون ہے؟ کوئی ہے یا نہیں، بڑا ہے چھوٹا ہے، کوئی کیا کر رہا

ہے؟ کیا نہیں' اُسے کسی سے کوئی سروکار نہیں۔ صرف وہ اور اُس کا اللہ ہے تو اپنی طرف سے بھرپور کوشش کرنی چاہئے آگے اُس کی مرضی ہے کسی کی مزدوری پہ کتنی اجرت عطا فرماتا ہے' کس کے کون سے درخت پہ کتنا پھل دیتا ہے۔

ثمرات ہمیشہ من جانب اللہ ہوتے ہیں۔ پھل اُس کی طرف سے لگائے جاتے ہیں۔ مجاہدہ اور محنت یہ بندے کے ذمے ہے۔ رمضان مجاہدہ اضطراری ہے۔

مجاہدات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک اختیاری بندہ اپنی مرضی سے اختیار کرتا ہے۔ ایک اضطراری جو حکماً کرایا جاتا ہے۔ وہ ایسا کریم ہے کہ حکماً بھی مجاہدے کراتا ہے۔ جس سے خطائیں معاف ہوں۔ نیکی قبول ہو' نیکی کرنے کی توفیق ملے اور آدمی متوجہ الی اللہ ہو۔ تو رمضان اضطراری مجاہدہ ہے۔ حکماً کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اُس میں اعتکاف پھر اختیاری ہے اگر کوئی نہیں کرنا چاہتا تو فرض نہیں ہے۔ اختیاری تب تک ہوتا ہے جب تک آپ وہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اختیار کر چکے تو پھر وہ فرض ہی کی طرح اُس کی پابندی ہو جاتی ہے۔ حتی کہ اگر ٹوٹ جائے تو قضا لازم آئے گی۔ کوئی بھی عبادت وہ سنت ہے' نفل ہے تب تک ہے جب تک آپ شروع نہیں کرتے۔ سنت سنت ہے' نفل نفل ہے' جب آپ اُس کی نیت کر کے شروع کر لیتے ہیں تو سنت بھی' نفل بھی' سارے کچھ فرض میں ڈھل جاتے ہیں۔ اگر آپ اُسے توڑ دیں گے تو پھر وہ اُسے ادا کرنا پڑے گا۔ ایک آدمی نفل ہی پڑھ رہا ہے اُس نے ایک رکعت پڑھی دوسری رکعت پڑھنے سے پہلے توڑ دیا تو پھر دو رکعت پڑھنا اُسے اُس کے لئے ضروری ہوگا۔ جس طرح فرض کی قضا ہے اُس طرح وہ نفل اُسے پڑھنا پڑیں گے۔ چونکہ نفل تب تک نفل ہے۔ سنت تب تک سنت ہے جب آپ شروع نہیں کرتے۔ جب آپ شروع کر لیتے ہیں تو پھر اُس کا پورا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اعتکاف تب تک سنت ہے جب تک آپ نے اختیار نہیں کیا۔ جب کر لیا تو وہی فرائض والی ساری پابندی آ گئی حتی کہ اگر کسی وجہ سے ٹوٹ گیا تو پھر اگلے سال اُس کی قضا لازم ہوگی۔ تو اللہ کریم نے جب اتنا احسان فرمایا ہے پھر اُس نے ذکر قلبی جیسی نعمت عظمیٰ نصیب فرمائی۔ ذاکرین کی محفلیں نصیب فرمائیں۔ اللہ نے سعادت بخشی ہے تو اپنا سارا وقت تلاوت' درود شریف میں بسر کیجئے۔

یہ دنیا یہیں ہے جب اعتکاف ختم ہوگا تو دنیا بھی یہیں ہوگی دنیا والے بھی یہیں ہوں گے۔ اُن سے پھر گپ شپ کر لیں گے کسی سے خیر خیریت پوچھنی ہے' بال بچوں کا حال پوچھنا ہے تو اعتکاف کے بعد عید کے بعد ضرور پوچھتے رہیے گا۔ لیکن اب عید کا چاند' شوال کا چاند' طلوع ہونے تک آپ کے لئے دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے۔ آپ ہیں اور ایک اللہ ہے۔ بندہ یک وتنہا ہے' ایک بندہ ہے اور ایک رب العلمین ہے بس۔ کسی سے اُس کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ کسی کو اُس کی کوئی فکر نہیں ہے۔ کسی کو پوچھنے کی ضرورت نہیں کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی کلمہ زائد از ضرورت زبان سے نہ نکالا جائے اس لئے کہ ہر کلمے کا اپنا ایک اثر ہوتا ہے جو دل تک جاتا ہے اور کثرت کلام جو ہوتی ہے یہ کیفیات قلبی کو مانع ہوتی ہے۔ جتنی زیادہ آپ باتیں کریں گے قلبی کیفیات میں اتنی کمی آئے گی اور جتنا زبان کنٹرول میں رہے گی۔ اتنی کیفیات قلبی میں زیادتی اور تیزی آئے گی۔ تو غیر ضروری جائز بات بھی نہ کی جائے۔ ضروری بات بھی مختصر الفاظ

میں کی جائے اگر چند حرفوں سے مطلب پورا ہوتا ہے تو فالتو بات نہ کی جائے۔ایک بات یہ بھی سمجھ لی جاتی ہے کہ اب مسجد میں بیٹھے ہیں مسجد میں بات کرنا تو کوئی حرج نہیں۔ایک غیر معتکف آ گیا اُس نے گپ شروع کر دی‘ کاروبار تک چلی گئی‘ بال بچوں تک چلی گئی۔نہیں، سب مانع ہے برکات کو اور اس کی اجازت نہیں ہے۔معتکف جہان سے کٹ کر صرف اللہ کی طرف متوجہ ہے۔ دن ہو یا رات‘ گرمی ہو یا سردی‘ جب تک اُس کا اعتکاف مکمل نہیں ہوتا اُس کے لئے روئے زمین پر ایک وہ ہے اور ایک اللہ کی ذات ہے کوئی تیسرا بندہ نہیں۔نہ کسی کو سوچے‘ نہ کسی کی فکر کرے‘ نہ کسی سے بات کرے‘ تاکہ اللہ کریم وہ کیفیات وہ یقین اور نور یقین عطا فرمائیں ہم نے صرف دن یا ٹوٹل تو پورا نہیں کرنا۔مقصد کوئی محض قید گزارنا تو نہیں ہے‘ اپنے اوپر خواہ مخواہ کی تنگی اور پابندی لگانا تو مقصد نہیں ہے۔مقصد تو اُس نور یقین کو ہے کہ ہم اللہ کو روبرو پا سکیں۔

جیسا حدیث احسان میں ارشاد ہوا۔ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ ۔اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اپنی آنکھوں سے اُسے دیکھ رہے ہو۔فان لم تکن تراہ فانہ یراک. او کما قال رسول اللہ ﷺ . اگر یہ جرات تم میں پیدا نہ ہو کہ میں اپنے اللہ کو دیکھ رہا ہوں تو یہ یقین تو کم از کم پیدا کر لو کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔یعنی حق تو یہ ہے کہ یہ کیفیت پیدا ہو جائے کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔محض سر نہیں پٹک رہا اُس کے روبرو رکوع کر رہا ہوں۔میرا ہر سجدہ اُس کی بارگاہ میں اُس کے سامنے ہے اور وہ میرے سامنے میرے روبرو ہے۔اور نہ صرف عبادات میں عملی زندگی میں اُس جمال جہاں تاب کو اپنے ساتھ لے جائے۔ ھو معکم اینما کنتم۔تم جہاں کہیں بھی ہو وہ کریم ذات تمہارے ساتھ ہے۔ساری عملی زندگی‘ وصال الٰہی اور حضور الٰہی میں ڈھل جائے تو اعتکاف کا مقصد حضور بارگاہ کی کیفیت کو پانا ہے لہذا پوری طرح اُس طرف متوجہ رہیے کثرت کلام سے اجتناب کیجئے۔ہاں کثرت چاہئے تو قرآن پڑھیں‘ درود شریف پڑھیں‘ تسبیحات پڑھیں‘ دنیا کی باتوں کی کثرت نہیں چاہئے خواہ وہ جائز بھی ہوں۔نہیں کی جانی چاہئیں۔اگر منع نہیں ہیں‘ حرام نہیں ہیں‘ مکروہ نہیں ہیں‘ تو بھی کثرت کلام فیض قلبی کو مانع ہے۔ مگر یہ کہ تلاوت ہو‘ درود شریف ہو‘ تسبیحات باری ہوں‘ ہر وہ بات جو اللہ کی طرف متوجہ کرے کی جائے اور ہر وہ بات جو توجہ الی اللہ کو مانع ہو اُس سے اجتناب کیا جائے۔

اللہ کریم ہم سب کی خطائیں معاف فرما کر ہماری کوششوں کو قبول فرمائے اور سب احباب کو اعتکاف کے ثمرات سے حظ وافر عطا فرمائے۔امین

قارئین المرشد متوجہ ہوں!

لاہور میں ماہنامہ المرشد اب مارکیٹ سے بھی دستیاب ہے اور ہاکر سے طلب کیا جا سکتا ہے۔

نوٹ۔فی الحال یہ سہولت صرف لاہور شہر کیلئے ہے۔

رابطہ: شفیق نیوز ایجنسی

1- میو ہسپتال روڈ اخبار مارکیٹ لاہور

042-7236688=Mob:0300-9477121

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج اقبال کے شاہینوں کا مسکن
راولپنڈی بورڈ اور پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق شدہ مسلسل
دس سال راولپنڈی بورڈ سے پوزیشن لینے والا واحد ادارہ

صقارہ
سائنس کالج

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

- پری کیڈٹ (ساتویں)
- آٹھویں تا دسویں
- پری انجینئرنگ
- ایف ایس سی
- پری میڈیکل

پراسپیکٹس

کالج آفس سے دستیاب ہے بذریعہ ڈاک 200 روپے کا
پوسٹل آرڈر یا بنک ڈرافٹ بنام پرنسپل صقارہ سائنس کالج
بھیج کر منگوایا جا سکتا ہے۔

پرنسپل لیفٹیننٹ کرنل (ر) تنویر الرحمٰن

مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں۔

صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال فون نمبر 0543-562222 562200

prived of the light and they no longer could benefit from it. Thus they were left to wander aimlessly in the wilderness of ignorance.

Deaf, dumb and blind they will not turn back.

They can neither see nor hear, nor speak. When their inborn capacity to receive guidance was lost, it paralyzed their senses. They can neither speak nor hear, and when the senses are lost there is no turning point for them. They continue to pursue their evil ways. They are like the people stranded in a rainstorm attended by wind and thunder. Scared of death, they plug their ears against thunderclaps. But how can this futile planning save them from Divine Wrath, as they stand surrounded by Him. They take a few steps, but stand still in the intervals between the blinding flashes of lightning, totally helpless like a wayfarer caught in the thunderstorm in a dark night.

Similar was the condition of mankind when the Holy Prophet SAW appeared, flashed upon it as the light, and led it in the right direction. Whenever these hypocrites pay heed to the Holy Prophet SAW, they feel inclines towards virtue. But when their inborn darkness overtakes them, they remain standing dumb founded in the pit of their waywardness. Had Allah willed, He would have deprived them of their eyes, ears and all the faculties. Since they failed to see and hear the Holy Prophet SAW, why should they be allowed to have eyes and ears at all? And Allah is All-Powerful to do so. This world is a trial and a respite for a period ordained. If a person opts for the right path, it is for his own good; otherwise he is free to spend his life as he pleases. Such free lancers will certainly be deprived of their faculties in the Akhirah and will stand on the Day of Judgement as deaf, dumb and blind. In the Hell they will bray like donkeys, an outcome of their misdeeds. This is invisible to the physical vision now. May Allah protect us!

دل کی بند شریانیں کھولنے کا اکسیر نسخہ

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب

۱۸اپریل بروز ہفتہ ساہیوال ختم نبوت کانفرنس کے لئے جانا ہوا۔اس سے ایک دن قبل بندہ کو دل کی جگہ ہلکا درد ہوا اور پھر کافی دیر گھبراہٹ اور بوجھ رہا۔حضرت مولانا بشیر احمد عثمانی خطیب پاکپتن سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ میری انجیو گرافی ہوئی۔ڈاکٹروں نے بائی پاس تجویز کیا۔ایک ماہ بعد کی ڈاکٹروں نے تاریخ دی۔اس دوران ایک حکیم صاحب نے ذیل کا نسخہ دیا جو کہ میں نے ایک ماہ استعمال کیا...... مقررہ تاریخ پر کارڈیالوجی سنٹر لاہور میں سوا دو لاکھ روپے جمع کرائے۔ڈاکٹروں نے معائنہ کیا۔ٹیسٹ لئے۔اگلے دن بائی پاس ہونا تھا۔ٹیسٹوں کی رپورٹیں۔تین ڈاکٹروں کا بورڈ بیٹھا۔پہلے اور بعد کی رپورٹوں کو دیکھا تو مجھ سے پوچھا کہ انجیو گرافی کے بعد تم نے کیا دوا استعمال کی۔میں نے ڈاکٹروں کو نسخہ بتایا۔انہوں نے کہا کہ تمہاری تین شریانوں میں سے دو کھل چکی ہیں۔نسخہ کا استعمال جاری رکھیں۔شاید باقی ایک بھی کھل جائے۔بائی پاس کی فی الحال قطعاً ضرورت نہیں۔جمع شدہ رقم واپس لی اور گھر آ گیا۔

حضرت مولانا بشیر احمد عثمانی صاحب نے ازراہ کرم ایک بوتل فقیر کو تیار کر کے عنایت فرمائی اور نسخہ بھی بتا دیا جو یہ ہے۔

(۱) لیموں کا رس ایک پیالی (۲) ادرک کا رس ایک پیالی (۳) لہسن کا رس ایک پیالی (۴) سرکہ سیب کا ایک پیالی۔ان چار پیالی رسوں کو ملا کر دھیمی آنچ پر نصف آدھا گھنٹہ آگ دیں جب ایک پیالی کم ہو کر تین پیالی رہ جائے تو آگ سے محلول کو اُتار کر ٹھنڈا ہونے پر تین پیالی شہد ملائیں۔سب کو خوب مکس کر کے بوتل میں محفوظ کریں۔یومیہ نہار منہ تین چمچ محلول کو پئیں۔انشاء اللہ! دل کی بند شریانیں کھل جائینگی۔مجرب ہے۔

But little do they realize that their cynicism may be the greatest folly with Allah. Indeed. it is the darkness of their souls. which drives them to speak such words. When told to believe and act like the Companions RAU. their response is always negative. To them the Companions RAU are fanatics. who do not act wisely: while they wish to accept the Holy Prophet SAW. but act in their own ways. Are they not indeed foolish? Certainly it is very foolish to take one's own intellect as one's guide. against the Divine Guidance coming through the Holy Prophet SAW. Wise are the ones who consider their own wisdom of no significance before the sayings of the Holy Prophet SAW and adhere to his teachings. For they realize that disobedience to his is the greatest of all follies. Those who disagree with the Holy Prophet SAW. whether in belief or conduct. are not only foolish but also ignorant: for knowledge means perception of the reality. otherwise it is downright ignorance.

When they meet ... only making fun"

When the hypocrites meet the believers. they declare their fidelity to Islam. But when they revert back to their chieftains. they confess their loyalty to them. adding that they were just joking with the Muslims. With this description of the duplicity of the hypocrites. their chieftains have been called devils. In other words. all those who invent paths contradictory to the true faith and try to misguide people. play the role of the devil.

Allah himself mocks them.

It means that Allah disgraces such hypocrites by giving them respite. which drives them further into the abyss of ignorance. They apparently rejoice over their sly duplicity through which they enjoy the benefits of Islam. and at the same time manage to evade situations demanding sacrifice. They fail to understand that the real gain lies in sacrificing. Blessed indeed is the person whose faculties. schedules and wealth are dedicated to the Cause of Allah. On the contrary. the hypocrites are the people who have bartered waywardness for guidance.

These are they who have traded error for guidance.

Error and guidance are two opposite attitudes, which cannot co-exist. Divine Guidance is the basic human need. Whosoever opts for waywardness indeed rejects guidance. Here is a point to ponder for today's erroneous society, which practically contradicts Islam and yet considers itself to be on the right track. Rather, it tries to combine guidance and error, which is absolutely impossible. The hypocrites are at utter loss in their bargain.

They are like the one who kindled a fire.

They can be compared to a people who lost their way in the wilderness on an eerie dark night. Bewildered. they lit a fire. which illuminated the surroundings. But Allah snapped its luminosity. leaving them in total lurch. Man by nature. is a seeker of guidance. Before the advent of Islam. the darkness of ignorance prevailed all over and people wished desperately for a light to shine on their way. Then dawned upon them the light of the Revelation that illuminated the entire environment! But the ingrates could not value it. were de-

And when they are told: "Do not make mischief ... improving things"

And when the hypocrites are told not to create trouble in the land, they say, that they desire correction. This Ayah sets a standard for mischief and reformation. If no limits are laid down, even a dacoit does not consider himself mischievous, rather, seeks justification for his actions. Personal opinions do not matter, unless the verdict is given by the Creator of this universe. Allah has termed those who inwardly oppose Islam, as mischief-mongers.

The Reality of Mischief

Reformation is thus synonymous to the precepts and practice of the Holy Prophet SAW in all matters, whether worship or mutual dealings; as followed by the Companions RAU. And anything contrary to this will fall under the category of mischief. For example, Salat al-Fajr has two obligatory cycles. If someone offers only one it is not correct. And if he offers three, the third would nullify his other two as well. Thus, the standard of all goodness and reformation is the Holy Prophet SAW himself. Whosoever disagrees with him in any matter is indeed a mischief monger. Many celebrities have lived in history and every nation has its heroes as a source of pride. But how many of them have left a final word on any issue? Not even one! They enacted laws, laid down rules and regulations, which subsequently they themselves amended, proving that man-made laws always suffer from flaws. The Holy Prophet SAW is the only one, who fourteen centuries ago, gave a Divine Code of Life, a law, a social structure to mankind, which is so comprehensive and complete that neither time could render it obsolete, nor could any thinker present anything better. The ways taught by the Holy Prophet SAW to do things, are in reality the best. There can never be any better ways of doing things; rather a deviant will be a mischief monger, no matter how good he might think of his actions.

Now see the situation from another perspective that whatever the Prophet SAW said was practically acted upon by the Companions RAU. In other words, the practice of the Companions RAU is the most agreeable and pleasing presentation of any action. Thus any one opposing them will be mischievous. This indeed is the criterion of reformation and mischief; otherwise the hypocrites too claim to promote reformation. But Allah declares them as mischief mongers, though they fail to understand that every action produces a twofold effect: firstly, the outward and the short-lived, secondly the inward and the eternal. Outwardly, the illegitimate food eliminates hunger and may not cause indigestion either, but inwardly, it creates a darkness, which not only darkens the Qalb, but also affects the surroundings to an extent. Similarly, every action in accordance with the Sunnah generates a light, and becomes a source of illumination and virtue in the environment. But every action in contravention of the Sunnah creates darkness and becomes a source of destruction in the society. This is what 'mischief on-land' means, and the ignorant often term it as reformation, but they reality cannot be altered by merely switching names.

And when they are told: "Believe as the others ... as the fools believe?"

20. The lightning almost takes away their sight. Whenever it gives them light, they walk therein, but when darkness grows on them they stand still. And if Allah so willed, He could take away their faculty of hearing and seeing. Indeed Allah has power over everything.

The Secrets of Revelation

Identification of a Hypocrite

Another kind of disbelief far more damaging, is hypocrisy. The first five Ayat of the Section praise the believers, the next two explain disbelief while the following thirteen discuss hypocrisy to highlight this menace. Just as the hypocrite is more harmful, so is the punishment for hypocrisy far more severe than plain disbelief. The hypocrites will be confined to the lowest levels in Hell even below the infidels. This is because they only pretend to believe in Allah and the Day of Judgement. They try to deceive Allah, but how can they do it? They pretend to be Muslims but inwardly are enemies of the believers. Thus deceiving the sincere believers is in reality an attempt to deceive Allah.

The term *those who believe* refers to the Companions RAU, and the worst non-believers were those, who in spite of taking Shahadah, failed to develop any relationship with them, and were jealous of the progress and prosperity of the Muslims. It is said here that this conduct of the hypocrites is not harming the believers but is being disastrous for their own selves. They just deceive themselves unwittingly. This means that the love for the Companions RAU or sincerity towards them is a criterion of a person's faith; otherwise despite taking Shahadah, he will remain a hypocrite. And if he openly disparages them he becomes a non-believer. It is an open secret that all the pretenders of the Islamic faith have invariably targeted the Companions RAU for criticism. These may either be deniers of Hadith or the pretenders of Prophethood, who wanted, without exception, to interpret the Quran in a way that would serve their purpose. This could not be achieved without repudiating the Companions RAU who were the living interpretation of the Quran. The Companions RAU learnt the Quran directly from the Holy Prophet SAW, acted upon it in his presence and obtained his endorsement. So now any preacher of infidelity in the guise of Islam has to begin with raising objections against them, which indeed is the greatest proof of hypocrisy. Some fallacious sects have not only resorted to abuse the Companions RAU, but have also given it the status of worship. They are indeed a mixture of disbelief and hypocrisy, because of holding common traits with the disbelievers and the hypocrites. This is because their hearts are maligned and a diseased heart cannot absorb love, it rather develops the stinks of jealousy and malice. As a result, their opposition to the believers grows stronger by the day and Allah *increases their disease*. The hostility towards the Aulia is indeed hostility towards Allah, and failure to repent results in Divine Condemnation. Alas! If man, so caring about his body, would only have paid some attention to his spiritual health too, and looked for a healer, who could reform and enlighten his heart! But when the hearts remain afflicted, a painful doom is the natural consequence. In short, the standard or yardstick of belief and conduct are the Companions RAU, and their contradiction is downright hypocrisy destined to a grievous retribution.

AL-BAQARAH

(THE COW)

Section 2

8. And of people there are some who say, "We believe in Allah and in the Akhirah". But they do not really believe.

9. They deceive Allah and those who believe. But they deceive none except themselves, and they perceive it not.

10. In their hearts is a disease and Allah has increased their disease. And grievous is their punishment because of their persistent lying.

11. And when they are told: "Do not make mischief on the earth". They answer: "We are only improving things".

12. They are, without doubt, mischief mongers. But they realize not.

13. And when they are told: "Believe the way others believe", they cynically reply: "Should we believe as the fools believe?" Indeed it is they who are the fools, but they know not.

14. And when they meet those who believe, they assert: "We Believe". But when alone with their devils, they say: "We are actually with you, we were only making fun".

15. Allah (in return) mocks them and allows them to wander blindly in their transgression.

16. It is they who have traded guidance for error, but neither their trade has brought them gain, nor have they found guidance.

17. They are like the one who kindled a fire and as soon as it lit up his surroundings, Allah took away their light and left them in utter darkness, wherein they cannot see.

18. Deaf, dumb and blind, they will not turn back.

19. Or it is like a rain laden cloud from the sky, in it is darkness, thunder and lightning. They press their fingers into their ears to block out the thunderclap, in terror of death. And Allah surrounds the non-believers.